ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۶ اکتوبر سنہ ۱۹۶۲ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاَرْبَعٍ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ لَا یَنَامُ وَلَا یَنْبَغِیْ لَہٗ اَنْ یَّنَامَ یَخْفِضُ الْقِسْطَ وَیَرْفَعُہٗ یُرْفَعُ اِلَیْہِ عَمَلُ اللَّیْلِ بِالنَّہَارِ بِاللَّیْلِ۔

(رواہ احمد و مسلم و ابن ماجہ)

ترجمہ:۔ ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر چار باتیں بیان فرمائیں:۔ (۱) خدائے قدوس سوتا نہیں اور نہ یہ اس کے شایانِ شان ہے۔ میزان عدل کو جھکاتا ہے اور اونچا کرتا ہے۔ رات کے کام دن میں اور دن کے کام رات میں اسی کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔

تشریح میزانِ عدل، دنیا میں مخلوق کی روزی اور آخرت میں ان کے اعمال کی مقدار کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ اعمال و رزق کی قلت و کثرت دونوں جہان میں اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے کسی کے اچھے عمل زیادہ ہوں گے اور کسی کے کم، کسی کو روزی فراخ ملتی ہے اور کسی کو تنگ۔ مگر اس حقیقت کے باوجود جدوجہد کا حکم دونوں جگہ موجود ہے گویا تم سعی کے مکلف ہو اور قدرت دینے کی مختار ہے۔

رفع اعمال۔ یہ اس نظم کا ایک شعبہ ہے۔ جس پر لباطۂ عالم کی بنیاد قائم کی گئی ہے۔ خدا کے معصوم فرشتے مقرر ہیں۔ صبح و شام کی نمازوں میں ان کی ڈیوٹی بدل جاتی ہے اور اس درمیان میں جو اچھے برے کام مخلوق کرتی ہے وہ ان کے ساتھ جاتے ہیں۔ عالم تکوین کے گوشہ گوشہ میں نظم موجود ہے دنیا اس کے عمیق اسرار دریافت کرنے کے درپے ہے۔ اس کے انکار یا ابطال کے درپے نہیں، پھر کوئی وجہ نہیں کہ اگر عالم غیب کا کوئی نظم آپ کے سامنے مذکور ہو تو آپ اس کے انکار یا اس سے آگے بڑھ کر استہزاء کے لئے آمادہ ہوں۔

(وَعَنْہُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مِنْ طَرِیْقٍ اُخْرٰی) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنَامُ وَلَا یَنْبَغِیْ لَہٗ اَنْ یَّنَامَ یَخْفِضُ الْقِسْطَ وَیَرْفَعُہٗ حِجَابُہُ النَّارُ لَوْ کَشَفَہَا لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْہِہٖ کُلَّ شَیْءٍ اَدْرَکَہٗ بَصَرُہٗ ثُمَّ قَرَأَ اَبُوْ عُبَیْدَۃَ فَلَمَّا جَآءَہَا نُوْدِیَ اَنْ بُوْرِکَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَہَا وَسُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ رواہ احمد و مسلم و ابن ماجۃ

ترجمہ:۔ ابو موسیٰ اشعریؓ دوسرے طریقہ پر یوں فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ باری تعالیٰ نہ سوتا ہے اور نہ سونا اس کی شان کے مناسب ہے۔ میزان عدل کو پست کرتا ہے اور بلند کرتا ہے (اس کے اور مخلوق کے درمیان) خود اس کا نور اس کا حجاب ہے اگر وہ حجاب اٹھا دے تو اس کی ذات کے انوار جہاں تک نظر جائے سب کچھ پھونک ڈالیں۔ اس کی تائید میں ابو عبیدہؓ نے یہ آیت پڑھی فلما جاءھا۔ جب موسیٰؑ آگ کے نزدیک پہنچے تو آواز آئی آگ میں جو تجلی ہے وہ مبارک اور جو ہستیاں اس کے ارد گرد ہیں وہ مبارک اور پاک ہے۔ اللہ کی ذات جو سب جہان کا پروردگار ہے (اس حدیث کو احمد مسلم اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے)

یہاں اصل روایت میں نار کا لفظ ہے اور صحیح مسلم میں اس کی بجائے نور کا لفظ مذکور ہے۔ چونکہ حقیقت کے لحاظ سے یہاں نور و نار میں چنداں فرق نہیں ہے۔ اس لیے ہم نے اس کا عام فہم ترجمہ نور ہی کر دیا ہے ابو عبیدہؓ نے لفظ نار ہی کی مناسبت سے قرآن شریف کی آیت تلاوت فرمائی ہے یعنی جب حضرت موسیٰ کو صورتِ نار میں تجلی ہوئی تو معلوم ہوا کہ ذات پاک کا حجاب نار تھا جس کے پس پردہ اس کی تجلی ہو رہی تھی۔ اس بابرکت نار اور بابرکت ماحول سے کسی نافہم کو یہ دھوکا نہ لگے کہ۔ معاذ اللہ، خدا کی ذات پاک کہیں حقیقۃً آگ میں حلول کر آئی تھی اس لیے فرمایا کہ وہ خود اس آگ اور سارے جہان کا پالنے والا ہے وہ جسم و جہت، حدوث و حلول کے آثار سے پاک و برتر ہے — حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ خالق کا حجاب مخلوق کی طرح باہر سے نہیں یہاں خود اس کے عظمت و جلال کے انوار ہی اس کا حجاب ہیں۔ جس طرح کہ خود آفتاب کی کرنیں اور حسین کا حسن کبھی کبھی اس کے دیدار کے لیے حجاب بن جاتا ہے، اسی طرح یہاں خود اس کی عظمت و جلال کے انوار ہی اس کا حجاب بن رہے ہیں۔ عقولِ انسانی نے بارہا شوخی کی اور چاہا کہ بے حجاب نظارہ کریں مگر ہمیشہ خیرہ و متحیر ناکام واپس آئیں۔ اب اس عالم میں بے حجاب دیدار کی صورت صرف یہ ہے کہ وہ خود اس حجاب کو اٹھا دے تو اس پر اس کو تو قدرت ہے مگر ہم میں اتنی طاقت نہیں کہ اس کی تاب لا سکیں۔ اربابِ عقول کا حصہ یہاں صرف اعتقادِ عظمت ہے اور اربابِ کشوف کا ذوق و وجدان ع آنکہ چشید داند

نعت

نگاہوں میں ہیں تاجدارِ مدینہ
وہ رشکِ حسین وہ بہارِ مدینہ

لبوں پہ ہے رقصاں جو نامِ محمدؐ
تو دل میں ہے شوقِ دیارِ مدینہ

تجلی کا مسکن، دیارِ محمدؐ
ہے رشکِ جناں رہگذارِ مدینہ

چھٹیں ظلمتیں کفر و باطل کی ساری
جب آئے شہِ ذی وقارِ مدینہ

ہے ذوقِ طلب تو بلائیں گے تجھ کو
نہ گھبرا دلِ بے قرارِ مدینہ

ہوا آسیؔ پہ بھی اک نگاہِ نوازش
پڑا ہے سرِ رہگذارِ مدینہ

از نیاز احمد آسی خانپوری

۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

فون نمبر ——— ۶۷۵۴۵

جلد ۸ | ۲۶ جمادی الاول ۱۳۸۲ھ | شمارہ ۲۶

بمطابق ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۲ء

پاکستان وہندوستان میں

سالانہ ——— ۱۱ روپے

ششماہی ——— ۶ روپے

سہ ماہی ——— ۳ روپے

فی پرچہ ——— ۲۵ پیسے

• سعودی عرب • کویت

• ایران • افریقہ • ملایا

• ہانگ کانگ • انگلینڈ

کیلئے

سالانہ چندہ

عام ڈاک سے

۱۸٫۸۷ روپے

ہوائی ڈاک سے

۵۴٫۰۰ روپے

امریکہ

عام ڈاک سے

۲۴ روپے

ہوائی ڈاک سے

۸۲٫۸۰ روپے

نوٹ

اشتہارات کی ذمہ داری مشتہرین پر ہوگی۔

اسلام کی پکار

پاکستان کے قیام کا واحد مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے لئے ایک ایسا الگ ملک ہو جس میں قرآن و سنت کے مطابق دستور کا نفاذ عمل میں لایا جا سکے۔ اور حصول پاکستان کی تحریک کے دوران قائدین قوم نے واضح اور غیر مبہم الفاظ میں مسلمانوں سے یہ وعدہ کیا تھا کہ پاکستان میں قرآن و سنت کے مطابق آئین نافذ کیا جائے گا لیکن قیام پاکستان کے بعد اسلام کے نام پر حاصل کئے گئے اس ملک میں اسلامی دستور کا نعرہ تو لگایا جاتا رہا لیکن اسلامی دستور کے نفاذ کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ ایک عرصہ گذر جانے کے بعد اگر قانون کا نفاذ ہوا بھی تو وہ اس قابل نہیں تھا کہ اُسے اسلامی دستور کے نام سے موسوم کیا جا سکے۔

اس دستور کے معرضِ وجود میں آنے کے کچھ عرصہ بعد حالات نے پلٹا کھایا اور ملک مارشل لاء کی آغوش میں چلا گیا۔ ہمیں اس سے سروکار نہیں کہ وقت مارشل لاء کا مقتضی تھا یا نہیں۔ اور اگر مارشل لاء کا نفاذ نہ ہوتا تو قوم کو کن حالات سے دوچار ہونا پڑتا یا ملک کی قسمت کا کیا حشر ہوتا؟ اور نہ ہی اس کے نتائج و عواقب اور حسن و قبح سے بحث کرنا مقصود ہے۔ مقصد صرف اس امر کی یاد دہانی ہے کہ قائدِ مارشل لاء نے بھی واشگاف الفاظ میں یہ اعلان فرمایا کہ پاکستان میں پاکستان کے بنیادی نظریات کو ہی عملی جامہ پہنایا جائے گا۔ اس کے بعد بھی متعدد مرتبہ انہوں نے اعلان فرمایا کہ پاکستان میں صرف اسلامی دستور کا نفاذ عمل میں لایا جائے گا۔ اور عوام کی خواہشات کے برخلاف کوئی دوسرا قانون ان کے سروں پر نہیں تھوپا جائے گا

دوسری طرف پاکستانی باشندے بھی کسی غیر اسلامی دستور کے آگے سر جھکانے کے لئے نہ تیار ہیں اور نہ ان کی افتادِ طبع ہی اس سلسلے میں کسی خلافِ اسلام روش کی مطابقت گوارا کر سکتی ہے۔

لیکن اربابِ اقتدار کے بلند بانگ دعاوی اور وعدوں اور عوام کے جذبات و احساسات کے باوجود اہلِ پاکستان آج تک اُس صبح کے طلوع ہونے کے بے تابی سے منتظر ہیں جو دستورِ اسلامی کے نفاذ کی روح پرور خبر لائے عوام ترس رہے ہیں کہ دستورِ اسلامی کا آفتاب مطلعِ پاکستان پر جگمگائے اور لوگ اس سے فیضیاب ہوں مگر تاحال یہ آرزو پوری ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔ کیونکہ اسلام کے نام پر حاصل کردہ اس ملک میں شراب نوشی، زنا، جوا اور شراب وغیرہ کی قانوناً چھٹی مل سکتی ہے۔ اور جہاں یہ فواحش و منکرات پھل پھول رہے ہوں۔ بے حیائی جڑ پکڑ رہی ہو، عریانی شباب پر ہو اور لوگ دھڑا دھڑ اسلام سے طبعی محبت کے باوجود اس سیلاب میں بہے چلے جا رہے ہوں کیونکہ امید ہو سکتی ہے کہ اسلام کی آواز پر بھی کوئی کان دھرے گا۔

وقت کا تقاضا تو یہ تھا کہ حاملینِ اسلام خلوص نیت اور تن دہی کے ساتھ محض خدا کی خوشنودی کی خاطر میدانِ عمل میں نکل کر معاشرہ کی اصلاح کرتے اور باطل کے دھاروں کا رُخ بدل کر رکھ دیتے لوگوں کے روبرو اسلامی زندگی کا نمونہ پیش کرتے، قال اللہ اور قال الرسول کی صداؤں سے در و دیوار گونج اُٹھتے اور دینِ حق کا بول بالا ہوتا۔ لیکن حیف صد حیف کہ وہ لوگ جو بزعم خویش حاملینِ شرعِ متین کہلاتے ہیں وہی آپس کے جھگڑوں میں الجھ کر باطل کو کھل کھیلنے کا موقع دے رہے ہیں۔ دینِ خداوندی انہیں پر خود غلط نمائندوں کے باعث انحوکہ روزگار بن رہا ہے۔ اللہ کا دین دہائی دے رہا ہے پکار رہا ہے کہ محمد مصطفےٰ کے نام لیوا متحد ہو کر میدان میں آئیں اور قرآن و سنت کا پھریرا فضا میں لہرا دیں مگر ان پیٹ کے بندوں کو دین سے تو کوئی سروکار نہیں کہ وہ زندہ رہتا یا نہ۔

(باقی ص۶)

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی کی آمد

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دار العلوم دیوبند جامعہ اشرفیہ لاہور کے سالانہ اجلاس میں شمولیت کی غرض سے ۲۵ اکتوبر ۱۹۶۲ء کو جمعرات کے دن بذریعہ ٹرین لاہور تشریف لا رہے ہیں۔ آپ کی گاڑی پونے ۱۲ بجے دوپہر لاہور ریلوے اسٹیشن پر پہنچے گی۔ احباب مطلع رہیں۔

آپ کا قیام کاشانۂ قاسمی ۱۵۶ ملتان روڈ پر ہوگا۔

ٹیلیفون نمبر ۶۵۸۷۹

نوٹ: کاشانۂ قاسمی ملتان روڈ پر بجلہ بس سٹاپ کے بالکل سامنے چند قدم پر واقع ہے۔ اسی کوٹھی کے پچھلی طرف طیب مسجد میں مورخہ ۳۰ اور ۳۱ اکتوبر کو بعد از نماز عشاء حضرت قاری صاحب مدظلہ اور خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی تقاریر فرمائیں گے۔ صدارت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ فرمائیں گے۔

(حاجی) محمد شفیع (صاحب)

کاشانۂ قاسمی، ۱۵۶۔ ملتان روڈ ——— لاہور

مجلسِ ذکر

مورخہ ۱۸؍ اکتوبر ۱۹۶۲ء بروز جمعرات
بمطابق ۱۸؍ جمادی الاول ۱۳۸۲ھ

جانشین حضرت شیخ التفسیر مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر مجلس ذکر کے بعد ارشاد فرمائی۔

نیکی میں سبقت کرو

مرتبہ خالد سلیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی
اما بعد

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمیں اپنے دروازے پر آ کر اپنی یاد کی توفیق عنایت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ذکر کو قبول فرما کر ہمارا خاتمہ ایمان کامل پر کرے۔ کسی شامت اعمال کی وجہ سے ذکر الٰہی سے دور نہ رکھے آئندہ ہماری نسلوں کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم جو تھوڑا سا وقت اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے نکالتے ہیں یہ ضرور ہماری نجات کا سبب بنے گا۔ شرط یہ ہے کہ ذکر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو، اس میں کسی قسم کا دکھلاوا اور نمود و نمائش نہ ہو۔

آج کل زندگی اتنی تیز اور گراں ہو گئی ہے کہ خدا کی پناہ۔ مسلمان بھی بالکل کافروں کی طرح عیش و عشرت میں پڑے ہوتے ہیں۔ ان کو بھی کاموں میں مصروفیت کے باعث یادالٰہی کے لئے فرصت نہیں ملتی۔ دو چار روٹیوں کے لئے صبح سے شام تک کام کرتے رہتے ہیں آخرت کی کوئی فکر نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ چین و اطمینان بالکل نہیں رہے، رزق اور مال میں برکت نہیں۔ ہر کوئی روتا ہے کہ ہائے پوری نہیں پڑتی۔

حضرات! یہ نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ آج مسلمان دنیا کے پیچھے اتنے لگے ہوئے ہیں کہ انہیں آخرت کی بالکل پروا نہیں۔ آخر مسلمانوں کو خود ہی تو سوچنا چاہیئے کہ دنیا میں عیش و عشرت یا تنگیٔ رزق اور بھوک پیاس میں مبتلا رہ کر اور زندگی گذار کر آخر ایک دن مرنا ہے۔ بڑے بڑے بادشاہ، حکما، مالدار اور غرباء اس دنیا سے چلے گئے۔ بڑے بڑے دشمنانِ اسلام اور اپنے آپ کو خدا کہلانے والے تباہ و برباد ہو گئے۔ تو پھر ہم کیوں اس فانی دنیا کے پیچھے لگ کر آخرت کو چھوڑ رہے ہیں۔ ہم کیوں یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے ہمیں وقت نہیں ملتا۔ اس کے لئے آپ کو وقت نکالنا چاہیئے۔ کہ اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے، شیطان اولیائے کرام اور علمائے دین کا بدلہ ان کی اولاد سے لیتا ہے۔ شیطان ان کی اولاد در اولاد کو گمراہی کے راستے پر ڈال کر خوش ہوتا ہے۔ آج جن بزرگانِ دین کے مزارات پر غیر اسلامی رسومات وغیرہ ہوتی ہیں کیا یہ ان کی تعلیمات کا نتیجہ ہیں؟ آج خلاف شرع اشعار، طبلے، سارنگیاں اور تالیاں بجتی ہیں اور اس کو دین قرار دیا جاتا ہے اور جو کوئی اس کی مخالفت کرے اس کو وہابی اور کافر کہا جاتا ہے۔ اے مسلمانان لاہور! بزرگانِ دین کے مزارات پر خلاف اسلام حرکات کے مرتکب ہونے والو! اور ان کی قبروں پر سجدے کرنے والو! کیا صحابہ کرامؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ اقدس پر سجدے کیا کرتے تھے کیا حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ طبلے، سارنگیاں اور تالیاں بجایا کرتے تھے؟ کچھ تو خوفِ خدا کرو آخر تمہیں بھی خدا کے ہاں جانا ہے۔ وہاں جا کر ان سب چیزوں کا جواب دینا ہو گا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ میری امت میں ۷۳ فرقے ہوں گے۔ ان میں سے ۷۲ فرقے دوزخ میں جائیں گے اور فقط ایک فرقہ جنت میں جائے گا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی یا رسول اللہ وہ ایک فرقہ کونسا ہو گا؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ما انا علیہ و اصحابی جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ کرامؓ ہیں۔

آج جو نمازیں پڑھے، روزے رکھے، قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرے اور ان کی خود ساختہ رسومات و بدعات کو نہ اپنائے وہ وہابی، اور جو ان کی گھڑی ہوئی رسومات کی پیروی کرے۔ بزرگانِ دین کے مزارات پر سجدے کرے وہ پکا مسلمان، چاہے نماز ایک نہ پڑھے اور روزہ ایک نہ رکھے۔ اسی طرح اور بہت سی برائیاں مسلمانوں میں راہ پا گئی ہیں۔ کراچی کے ایک اخبار میں ایک صاحب نے مراسلہ شائع کرایا تھا کہ میں نے اسلام کے متعلق کتابوں میں پڑھا اور اس سے بہت متاثر ہوا تھا لیکن جب کراچی آیا تو وہاں سینما بینی کے دلدادوں اور مسلمانوں کی بیہودگیوں کو دیکھ کر مجھے سخت حیرانی ہوئی۔ مجھے یہ دیکھ کر بھی افسوس ہوا کہ مسلمان اقوام غرب کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے طور و طریق کو اپنانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ انگریزوں کی طرح کھاتے پیتے اور کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں۔ مجھے مسلمانوں کی اس بیہودہ زندگی کو دیکھ کر بہت دکھ ہوا۔ کاش! یہ مسلمان اپنے بزرگانِ دین اور صحابہ کرامؓ کے نقشِ قدم پر چلتے۔ اور اسلام کے سانچے میں ڈھل کر دوسرے ممالک میں بھی اس کو پھیلاتے۔

حضرات! کتنے افسوس کا مقام ہے آج مسلمانوں میں فریب، ملاوٹ، دھوکہ بازی، بے ایمانی، جھوٹ ہر قسم کی برائیاں موجود ہیں۔ آج مسلمانوں کو دنیا مطلوب، دنیا محبوب اور دنیا مقصود ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم دوسروں کو تبلیغ کریں۔ لیکن دوسرے مذاہب والے ہم کو تبلیغ کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اسلام کی خدمت کرنے اور اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کے بعد دوسروں کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کامل و اکمل ولی تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کی ہدایت کے لئے قرآن مجید کا درس جاری کیا۔ اصلاح باطن کے لئے مجلس ذکر کی ابتداء کی اور تازیست اسے جاری رکھا۔ عورتوں کی تعلیم کے لئے مدرسۃ البنات کی بنیاد رکھی اور علماء کے لئے دورۂ تفسیر کا اہتمام فرمایا اور یہی وجہ ہے کہ حضرتؒ سے استفادہ کرنے والے آج ساری دنیا میں اسلام کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہر کام سیکھنے سے آتا ہے جس طرح کپڑا سینے کے لئے استاد کے سامنے شاگرد بن کر بیٹھنا پڑتا ہے اور چلنے پھرنے کے لئے دوسروں کی نقالی کرنا پڑتی ہے۔ بالکل اسی طرح اللہ اللہ کرنے اور امراض روحانی سے نجات حاصل کرنے کے لئے اولیائے کرام اور علمائے ربانی جن کے دائیں ہاتھ میں قرآن اور بائیں ہاتھ میں حدیث خیر الانام ہو ان کے سامنے زانوئے ادب تہ کرنا پڑتے ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ مجلس ذکر کے بعد اصلاح حال کے لئے کچھ بیان فرمایا کرتے تھے

آج ایک حدیث عرض کرتا ہوں:
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک حدیث ہے:-

(باقی ص۱۶ پر)

خطبہ یوم الجمعہ ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ ۱۹ر اکتوبر ۱۹۶۲ء

اتحادِ اسلامی

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ۔

یَوۡمَ تَبۡیَضُّ وُجُوۡہٌ وَّ تَسۡوَدُّ وُجُوۡہٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اسۡوَدَّتۡ وُجُوۡہُہُمۡ ۟ اَکَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِیۡمَانِکُمۡ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا کُنۡتُمۡ تَکۡفُرُوۡنَ ۝

ترجمہ: جس دن بعضے منہ سفید اور بعضے سیاہ ہوں گے سو وہ جن کے منہ سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا کیا تم ایمان لاکر کافر ہو گئے تھے ۔ اب اس کفر کے بدلے میں عذاب چکھو۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ انسانی اعمال ضائع نہیں ہوتے ۔ ان کی حیثیت دوامی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا شمار ہوتا ہے ۔ قیامت کے روز اعمال کا اظہار لوگوں کے چہروں سے ہوگا جن لوگوں نے نیک عمل کی زندگی بسر کی ہوگی ان کے چہرے کامیابی کی خوشحالی کے باعث اُس دن چمک اٹھیں گے ۔ ایمان و تقویٰ کا نور ان کے چہروں پر چمکتا ہوگا اور عزت و وقار کے ساتھ وہ شاداں و فرحاں نظر آئیں گے ۔ اس کے برعکس جو لوگ دنیا میں عمر بھر گناہوں میں مبتلا رہے ، سیاہ کاری اور بدکاری میں آگے آگے رہے ، حسرت و نامرادی کی وجہ سے ان کے چہرے کالے پڑ جائیں گے ۔ کفر و نفاق اور فسق و فجور کی سیاہی ان کے چہروں پہ مسلط ہوگی اور حسرت و نامرادی کی تباہ حالی ان کے لئے مقدر ہوگی ۔ گویا قیامت کے دن ہر شخص کا چہرہ ان کے باطن کا کامل آئینہ دار ہوگا ۔

اُس دن کہا جائے گا "تم نے ایمان کے بعد پھر انکار حق کی راہ اختیار کر لی تھی تو جیسی کچھ تمہاری منکرانہ چال تھی ، اب اس کی پاداش میں عذاب کا مزہ چکھ لو۔"

یاد رکھو! ہر مرتد ، منافق اور کافر سے اللہ رب العزت یہ سوال کریں گے "کیا ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے ؟ جواب دو! تم نے ایمان کے بعد کفر کیوں اختیار کیا؟" ان لوگوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہوگا ۔ سر شرم و ندامت سے جھک جائیں گے ۔ صورت سے ذلت و رسوائی ٹپک رہی ہوگی ، دوزخ کا گڑھا منہ پھاڑے ان کا منتظر ہوگا ۔ وہ اپنے کفر کے بدلے عذاب میں مبتلا ہوں گے اور دوزخ میں داخل ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ پڑے سڑتے رہیں گے ۔

شیخ الاسلام پاکستان حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ نے مذکورہ آیت میں رقم فرمایا ہے کہ:

یہ الفاظ مرتدین ، منافقین ، اہل کتاب عام کفار یا مبتدعین و فساق و فجار سب کو کہے جا سکتے ہیں ۔ مرتد تو اسی کو کہتے ہیں جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو جائے ۔ منافق زبان سے اقرار کرنے کے بعد دل سے کافر رہتا ہے ۔ اہل کتاب اپنے نبیوں اور کتابوں پر ایمان لانے کے مدعی ہیں جس کا مطلب صاف یہ ہے کہ ان کی بشارتوں کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دی گئی تھیں تسلیم کریں اور ان کی ہدایات کے موافق حضور پر ایمان لائیں ۔ مگر وہ انکار میں سب سے آگے رہتے ہیں ۔ گویا اپنے نبی اور کتاب پر ایمان لانے کے بعد کافر بن رہے ہیں ۔ مبتدعین کا دعویٰ زبان سے یہ ہوتا ہے کہ ہم قرآن و سنت کے متبع ہیں اور نبی کریمؐ پر ایمان لا چکے ہیں ۔ مگر اس کے بعد بہت سی بے اصل اور باطل چیزیں دین میں شامل کر کے یا بعض ضروریات دین کا انکار کر کے اصل دین سے نکل جاتے ہیں ۔ اس طرح وہ بھی ایک درجہ میں اکفرتم بعد ایمانکم کے مخاطب ہوئے ۔

رہے فساق جن کا عقیدہ صحیح ہو اگر ان سے یہ خطاب ہوا تو یہ مطلب ہوگا کہ ایمان لانے کے بعد کافروں جیسے عمل کیوں کئے گویا کفر سے مراد عملی کفر مراد ہوگا اور اگر عام کفار کے حق میں یہ خطاب مانا جائے تو یہ حاصل ہے کہ خدا تعالیٰ نے سب کو دین فطرت پر پیدا کیا ۔ اُس فطرتِ ایمانی کو ضائع کر کے کافر کیوں بنے ؟ باقی سیاقِ آیات سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کفر سے کفرِ فعلی یعنی اختلاف و تفریقِ مذموم مراد ہے واللہ اعلم ۔

حاصل

اختلاف و تفریقِ مذموم دراصل کفر فعلی کا دوسرا نام ہے اور یہ دوزخ میں لے جانے کا سبب بنے گی اَللّٰھُمَّ لَا تَجۡعَلۡنَا مِنۡھُمۡ

محترم حضرات!

آیات قرآنیہ اور تعلیمات اسلامیہ سے جب یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ تفریق بین المسلمین کا جرم یقیناً جہنم میں لے جائے گا تو اس سے قطعی طور پر اجتناب کرنا چاہیے ۔ اور کوشش کرنا چاہیے کہ مسلمانوں میں اسلامی بنیادوں پر اتحاد پیدا ہو ۔ اسلام تمام عالم اسلام میں جزو مشترک ہے ۔ اللہ جل شانہ کا فرمان اور سنت خیر الانام علیہ السلام روئے زمین پر بسنے والے تمام مسلمانوں کے لئے واجب التعظیم و قابلِ احترام اور دل و جان سے قیمتی متاع ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اس فکری وحدت اور فکری مرکزیت کے باوجود ہم میں اتحاد نہیں ہوتا اور اتفاق کی نعمت سے ہم محروم ہیں ۔

جہاں تک سوچ کا تعلق ہے ہم ہی نہیں سربراہانِ مملکت بھی یہی سوچ رہے ہیں کہ مسلمانوں میں اتحاد ہونا چاہیے اور محترم تنکو عبد الرحمٰن صاحب وزیر اعظم ملایا جب سے پاکستان تشریف لائے ہیں وہ اپنی نیک دلی اور اسلامی حمیت کے تحت اسلامی دولت مشترکہ کی رٹ لگا رہے ہیں ۔ اس سے قبل چند سال پہلے وہ اسی قسم کے خیالات کا اظہار برطانوی دولت مشترکہ کے موقع پر کر چکے ہیں ۔ مسلمان ممالک کا آپس میں اتحاد ہو یہ صدا بالآخر صدا بصحرا ثابت ہوتی نظر آتی ہے ۔

وجہ صاف ظاہر ہے کہ اسلام نے ہمیں جو تصور دیا تھا ہم اس سے ناآشنا ہو چکے ہیں ۔ فکری وحدت اور مرکزیت اگر قائم رہ سکتی تھی تو صرف اس صورت میں کہ ہم قرآن کے بتائے ہوئے راستے کے مطابق اقتدارِ اعلیٰ اور قوت حاکمہ صرف خدا کے لئے مانتے ، سرنیاز خم کرتے تو اُس کے آگے پیشانیاں جھکاتے تو اُسی کے آستانۂ عظمت پر ۔ دل و دماغ میں خوف فقط اُسی کا سماتا ۔ امیدیں صرف اسی سے وابستہ کی جاتیں ۔ حاکم و بادشاہ شاہنشاہ و واضع قانون ، شارع و قانون ساز اُسی

کو مانا جاتا، ماننے کے لائق اور تسلیم کرنے کے قابل محض اُسی کا قانون سمجھتے اور یہ بات ہماری رگ رگ میں سرایت کرجاتی کہ صرف وہی ہے جس کے لئے جانی و مالی قربانی کی جائے۔ ایثار و فدا کاری کے لائق فقط وہ ہے، وہی ہے جس سے محبت کی جائے اور دل لگایا جائے، اُسی سے ڈرا جائے۔ اس کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں، کوئی ماویٰ و ملجا نہیں، اس کے سوا کوئی نہیں جو نفع پہنچا سکے یا ضرر دے سکے اور انسان کے ظاہر و باطن پر صرف اسی کی حکمرانی ہے۔ لیکن نہ صرف دنیا نے بلکہ نام نہاد مسلمانوں نے نئے نئے بت گھڑ لئے ہیں کہ جنہوں نے اپنی غلامی کی زنجیروں سے خدا کے بندوں کو جکڑ کر خدا اور رسولؐ کی غلامی کا جوا ان کی گردنوں سے نکال باہر کیا ہے۔ قوت شیطانی کے مظاہر مختلف شکلوں اور مختلف ناموں سے اللہ کے بندوں کو اللہ سے چھیننا چاہتے ہیں۔ وطنیت کے بت، قومیت کے بت، رنگ اور نسل کے بت، عزت وجاہ کے بت، غرور و گھمنڈ کے بت، خود غرضی اور نفسانی خواہشات کے بت، غرضیکہ ہر طرف گرد و پیش میں بت ہی بت پھیلے ہوئے ہیں اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں تو تین سو ساٹھ بت تھے۔ جن سے بیت خلیل کی دیواریں چھپ گئی تھیں لیکن آج ان کی امت میں ہر جذبہ ہوس کاری لات و منات کا قائم مقام ہے۔

قرآن صاف صاف کہتا ہے۔ یہ سب کچھ جو تم کر رہے ہو شرک ہے اور کفر ہے۔ یہ اُس کی صفات میں ساجھی ٹھہرانا ہے اور اس کی حاکمیت میں غیروں کو سہیم و حصہ دار بنانا ہے جس کا مٹانا قرآن کا فرض اولین ہے۔

قرآن چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے:۔

اَکَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ۔ کیا تم کافر ہو گئے ایمان لا کر۔

برادرانِ اسلام! آیئے قرآن کی صدا پر کان دھریں، دل میں عشق خداوندی اور محبت رسولؐ کی تڑپ لے کر اٹھیں۔ قرآن و سنت کا دامن تھام کر میدان میں نکلیں اور اتحاد اسلامی کی آواز دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچا دیں۔

بزرگو اور بھائیو! قرآن و سنت اور اتحاد اسلامی کا پیغام اس محبت، وارفتگی اور جوش ایمانی کے ساتھ پہنچاؤ کہ آخرت کا

نقشہ

یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ (جس دن بعض منہ سفید ہوں گے) یہیں نظر آجاتے۔ اور جو شخص آپ کو دیکھے بے اختیار پکار اُٹھے یہ جنتی ہے۔ اس کے چہرے پر نور برستا ہے اس کی آنکھوں سے نور ایمانی کی روشنی جھلکتی ہے۔ اس کی پیشانی نورانی ہے اور یہی توحید خداوندی کے علمبردار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار اور دین خداوندی کے وفادار کی حقیقی شان ہونی چاہیے۔

بقیہ — اسلام کی پکار

حوادث ہوتا ہے۔ البتہ کفر کے فتوے ان کی ٹکسال سے ڈھل ڈھل کر ضرور نکل رہے ہیں بزرگان دین پر اتہام تراشی کی مہم زوروں پر چلائی جا رہی ہے اور عوام کالانعام کو باور کرایا جا رہا ہے کہ وہ رسولؐ کی محبت کا حق ادا کر رہے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ وقت کا تقاضا کیا ہے؟ خدا ہم سے کیا چاہتا ہے؟ رسول اللہؐ کا عشق کس بات کا تقاضا کرتا ہے؟ اور اسلام کا مطالبہ اس وقت کیا ہے؟

یقین جانو! ملائکہ جب ہماری ڈائری رحمت دو عالمؐ کے حضور پیش کرتے ہوں گے تو وہ تڑپ کر رہ جاتے ہوں گے، گنبد خضرا لرز اُٹھتا ہوگا۔ اور یقین گنبد خضرا کا خدا قہر بھری نگاہوں سے غارتگران دین مبین کی سمت دیکھتا ہوگا۔

کاش ہم خدا کے غضب اور نبیؐ کی غصہ میں ڈوبی ہوئی نگاہوں سے ڈریں، اسلام کی پکار کو سنیں، ایک دوسرے کے بزرگوں کا احترام کرنا سیکھیں، غیروں کے آلہ کار نہ بنیں اور متحد و متفق ہو کر اسلام کی سربلندی کے لئے کوئی مفید کام کریں۔ آمین۔

آراے بازار لاہور چھاؤنی میں سیرت النبی پر

جلسۂ عام

مؤرخہ یکم نومبر ۱۹۶۲ء بروز جمعرات بعد از نماز عشاء خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی سیرت النبی کے موضوع پر وعظ فرمائیں گے۔ صدارت کا فریضہ جانشین شیخ التفسیر یادگار سلف صاحبزادہ حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی سرانجام دیں گے (قاری سراج احمد (صاحب) ناظم اعلیٰ دار العلوم اسلامیہ جامعہ بورڈ پلیس)

شاہی مسجد بیگم پورہ لاہور میں

سیرت النبی پر جلسہ

لاہور ۱۳ اکتوبر۔ بیگم پورہ شاہی مسجد میں ایک شاندار جلسہ زیر صدارت جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب امیر انجمن خدام الدین لاہور بعد از نماز عشاء منعقد ہوا۔ قاری خلیل احمد صاحب اور محترم قاری غلام فرید صاحب نے تلاوت آیات کلام ربانی سے جلسے کا آغاز کیا۔ محترم حاجی ملک محمد انور صاحب منیجر کوآپریٹو انڈسٹریل بنک لمیٹڈ لاہور نے استقبالیہ خطاب میں صدر محترم کو خراج عقیدت پیش کیا اور قطب العالم شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مذہبی و روحانی خدمات کا تذکرہ بڑے ہی پیارے انداز میں فرما کر ان کی ذات گرامی سے اپنی محبت و شیفتگی کا اظہار کیا۔ آپ کے بعد فاضل اجل مولانا محمد فاروق صاحب ایم اے پروفیسر دیال سنگھ کالج لاہور نے سیرت مصطفےٰ کے عملی پہلو پر بڑے ہی فاضلانہ اور مدبرانہ انداز میں ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ پروفیسر صاحب کی ہر بات اُن کے خلوص نیت کے باعث سامعین کے دلوں میں ترازو ہوتی چلی جا رہی تھی۔ پروفیسر صاحب کے ارشادات عالیہ کے بعد ڈاکٹر مناظر حسین نظر مدیر ہفت روزہ خدام الدین نے بڑے مؤثر، بلیغ، حرارت ایمانی سے لبریز والہانہ انداز میں پروفیسر صاحب کی تائید میں پون گھنٹہ تک ایک روح پرور تقریر فرمائی۔ سامعین بے حد متاثر ہوئے اور فاضل مقرر نے جب اپنے مرشد باصفا امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اتباع سنت کا حال اور اُن کے وظائف یومیہ کا تذکرہ کیا تو بیشتر آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔

آخری تقریر جانشین شیخ التفسیر محترم المقام حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی کی ہوئی۔ آپ نے ناسازئ طبع کے باعث ہی ڈاکٹر مناظر حسین صاحب کو تقریر کا حکم دیا تھا۔ ورنہ ڈاکٹر صاحب کو اس اجلاس میں تقریر نہ کرنا تھی۔ تاہم آپ کے ارشادات عالیہ باوجود ناسازئ طبع کے پون گھنٹہ تک جاری رہے اور لوگوں کے جوش ایمانی کو مہمیز لگاتے رہے۔ حضرت مدظلہ کی آمد ہی اہالیان علاقہ کے لئے باعث خیر و برکت اور موجب سعادت تھی لیکن آپ کے ارشادات نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہمارے سروں پر سلامت رکھے اور حضرت اقدسؒ کا مشن جاری و ساری رہے۔

محمد سلمان بیگم پورہ لاہور

محمد شفیع عمرالدین سانگلہ

چار روزہ زندگی

۲

زندگی کی حقیقت

قیامت کے دن اس چار روزہ زندگی کی حقیقت ظاہر ہو جائے گی جس دنیا میں انسان پیدا ہوا تھا۔ بچہ سے جوان ہوا تھا جوانی سے بڑھاپے کی عمر کو پہنچا تھا۔ دنیا میں اپنی زندگی کے چالیس، پچاس ساٹھ برس، یا کم و بیش دنیا میں گذارے تھے وہ اس دن بالکل تھوڑے معلوم ہوں گے۔

کاش! انسان دنیا میں رہ کر اس حقیقت پر چشم بینا رکھتا۔ اور زندگی کے انمول لمحات قال اللہ وقال الرسولؐ کے احکامات کے مطابق بسر کر کے رضائے مولیٰ پاک اور ہر دوسرا کی سرخروئی حاصل کر لیتا۔

(۱) یَوْمَ یَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا ۝

(بنی اسرائیل آیت ۵۲)

ترجمہ: جس دن تمہیں پکارے گا پھر اس کی تعریف کرتے ہوئے چلے آؤ گے۔ اور خیال کرو گے کہ بہت ہی کم ٹھہرے تھے۔

"یعنی اب شتابی کرتے ہو تب جانو گے کہ دنیا میں کچھ دیر نہ رہے تھے۔ پچاس سو برس ان ہزاروں برسوں کے سامنے کیا معلوم ہوں"۔ (موضح القرآن)

جس دن وہ بلائے گا اس کی حمد گاتے ہوئے آؤ گے۔ پھر خیال کرو گے دنیا میں زیادہ وقت نہیں رہے تھے"۔

(حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ)

(۲) یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۝ یَّتَخَافَتُوْنَ بَیْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ۝ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ اِذْ یَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِیْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا یَوْمًا ۝

(طٰهٰ۔ آیت ۱۰۲-۱۰۴)

ترجمہ: جس دن صور پھونکا جائے گا ہم اس دن مجرموں کو نیلی آنکھوں والے کر کے جمع کریں گے۔ چپکے چپکے آپس میں کہتے ہوں گے کہ تم صرف دس ہی دن ٹھہرے ہو۔ ہم خوب جان لیں گے جو کچھ وہ کہیں گے جب ان میں سے بڑا سمجھ دار کہے گا کہ تم صرف ایک ہی دن ٹھہرے ہو۔

حاشیہ حضرت مولانا عثمانیؒ

(۱) یعنی محشر میں لائے جانے کے وقت اندھے ہوں گے۔ یا شاید یوں ہی آنکھیں نیلی ہوں بدنمائی کے واسطے۔ بہرحال اگر پہلے معنی لیے جائیں تو ایک خاص وقت کا ذکر ہے۔ پھر آنکھیں کھول دی جائیں گی۔ تاکہ دوزخ وغیرہ کو دیکھ سکیں۔

وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ

الآیۃ (الکہف رکوع ۱۷)

اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا

(مریم رکوع ۲)

(۲) یعنی آخرت کا طول اور وہاں کے ہولناک احوال کی شدت کو دیکھ کر دنیا میں یا قبر میں رہنا اتنا کم نظر آئے گا کہ گویا ہفتہ عشرہ سے زیادہ نہیں رہے۔ بڑی جلدی دنیا ختم ہو گئی۔

یہاں کے مزے اور لمبی چوڑی امیدیں سب بھول جائیں گے۔ بیہودہ عمر ضائع کرنے پر ندامت ہو گی۔ یا شاید معذرت کے طور پر ایسا کہیں گے۔ یعنی دنیا میں بہت ہی کم ٹھہرنا ہوا۔ موقع نہ ملا کہ آخرت کے لئے کچھ سامان کرتا۔ جیسے دوسری جگہ فرمایا:

وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَةٍ اِلَى اٰخِرِهٖ

(روم رکوع ۶)

(۳) یعنی چپکے کہنا ہم سے انہیں چھپنا۔ وہ آپس میں جو سرگوشیاں کریں گے ہم خوب جانتے ہیں۔

(۴) یعنی ان میں جو زیادہ عقلمند، صاحب الرائے اور ہوشیار ہو گا وہ کہے گا کہ میاں دس دن بھی کہاں؟ صرف ایک ہی دن سمجھو۔ اس کو زیادہ عقلمند اور اچھی راہ روش والا اس لئے فرمایا ہے کہ دنیا کے زوال و انفاد اور آخرت کی بقاء و دوام اور شدت ہول کو اُس نے دوسروں سے زیادہ سمجھا۔

(۳) فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۭ كَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَ مَا یُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ یَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۭ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ یُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (الاحقاف۔ آیت ۳۵)

ترجمہ: پھر صبر کر جیسا کہ عالی ہمت رسولوں نے کیا ہے اور ان کے لئے جلدی نہ کر۔ گویا کہ وہ جس دن (عذاب دیکھیں گے) تو انہیں ایسا معلوم ہوگا) کہ دن میں سے ایک گھڑی بھر رہے تھے۔ آپؐ کا پیغام پہنچا دینا تھا سو کیا نافرمان لوگوں کے سوا اور کوئی ہلاک ہوگا۔

لہٰذا

جو شخص اپنی زندگی احکام اللہ و احکم الرسولؐ کے مطابق بسر نہ کرے گا اور نافرمانی پر کمر بستہ رہے گا وہ ہلاک و برباد ہوگا۔ جس وقت قیامت کے دن عذاب میں مبتلا ہوگا اس وقت دنیا کے عیش و آرام کے دن سب بھول جائیں گے۔ اور دنیا میں رہنا نہایت تھوڑا معلوم ہوگا۔ کاش! اتنی سمجھ سے کام دنیا میں لیتا۔ اور چار روزہ زندگی میں وہ کام کرتا جو آخرت میں کام آتے۔ اب بصیرت حاصل کرنا سوائے حسرت کے اور کچھ نہیں۔

(۴) دوزخی دوبارہ دنیا میں بھیجے جانے کی تمنا کریں گے۔

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ (المومنون آیت ۱۰۷)

ترجمہ: اے رب ہمارے ہمیں اس سے نکال دے۔ اگر پھر کریں تو بے شک ظالم ہیں۔

انہیں جواب ملے گا

قَالَ اخْسَـُٔوْا فِیْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۝

(المومنون آیت ۱۰۸)

ترجمہ: فرمائے گا اس میں پھٹکارے پڑے رہو اور مجھ سے نہ بولو۔

انکے جرم یاد دھانی

دنیا میں جب تم تھے تو تم حق پرست دیندار جماعت کی ہنسی اڑاتے تھے اور میری یاد تم نے بھلا دی تھی۔

اِنَّهٗ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْ عِبَادِیْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِیًّا حَتّٰٓی اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِیْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ۝

(المومنون آیت ۱۰۹-۱۱۰)

ترجمہ: میرے بندوں میں ایک گروہ

تھا جو کہتے تھے اے ہمارے رب ہم ایمان لاتے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر۔ اور تو بہت رحم کرنے والا ہے۔ سو تم نے ان کی ہنسی اڑائی یہاں تک کہ انہوں نے تمہیں میری یاد بھی بھلا دی اور تم ہنسی کرتے رہے۔

مگر تمہاری دل آزاری پر انہوں نے صبر کیا اور وہ کامیاب ہو گئے۔

اِنِّیْ جَزَیْتُھُمُ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا اَنَّھُمْ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۰

(المؤمنون آیت ۱۱۱)

ترجمہ: آج میں نے انہیں اُن کے صبر کا بدلہ دیا کہ وہی کامیاب ہوئے۔

دوزخیوں سے ایک سوال

پھر ان دوزخیوں سے ایک سوال پوچھا جائے گا۔

قٰلَ کَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِیْنَ ۰

(المؤمنون آیت ۱۱۲)

ترجمہ: فرمائے گا تم زمین میں کتنے برس رہے؟

اُن کا جواب

قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّیْنَ ۰

(المؤمنون آیت ۱۱۳)

ترجمہ: کہیں گے ایک دن یا اس سے بھی کم رہے ہیں۔ بس آپ گنتی کرنے والوں سے پوچھ لیں۔

کاش

قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا لَّوْ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۰ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۰

(المؤمنون آیت ۱۱۴ - ۱۱۵)

ترجمہ:۔ فرمائے گا تم اس میں بہت نہیں تھوڑا ہی رہے ہو۔ کاش کہ تم سمجھ لیتے۔ سو کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں نکما پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہمارے پاس لوٹ کر نہیں آؤ گے۔

حاشیہ حضرت مولانا عثمانیؒ

یعنی واقعی دنیا کی عمر تھوڑی ہی تھی۔

لیکن

اگر بات کو پیغمبروں کے کہنے سے دنیا میں سمجھ لیتے تو کبھی اس متاعِ فانی پر مغرور ہو کر انجام سے غافل نہ ہوتے۔ اور وہ گستاخیاں اور شرارتیں نہ کرتے جن کا دنیا کی زائل و فانی لذتوں میں پڑ کر ارتکاب کیا۔

یعنی دنیا میں تو نیکی بدی کا پورا نتیجہ نہیں ملتا۔ اگر اس زندگی کے بعد دوسری زندگی نہ ہو تو گویا یہ سب کارخانہ محض کھیل تماشہ اور بے نتیجہ تھا۔ سو حق تعالیٰ کی جناب اس سے بہت بلند ہے کہ اس کی نسبت ایسا رکیک خیال کیا جائے۔

زندگی کا وقت ضائع کرنے پر افسوس

وَیَوْمَ یَحْشُرُھُمْ کَاَنْ لَّمْ یَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَۃً مِّنَ النَّھَارِ یَتَعَارَفُوْنَ بَیْنَھُمْ ط قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰہِ وَمَا کَانُوْا مُھْتَدِیْنَ ۰

(یونس آیت ۴۵)

ترجمہ: اور جس دن انہیں جمع کرے گا گویا وہ نہیں رہے تھے مگر ایک گھڑی دن کی۔ ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ بے شک خسارے میں رہے جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا اور راہ پانے والے نہ ہوئے۔

یعنی

محشر کے ہولناک احوال و حوادث کو دیکھ کر عمر بھر کا عیش و آرام اس عیش و آرام اس قدر حقیر و قلیل نظر آئے گا۔ گویا دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ ٹھیرے ہی نہ تھے اور افسوس کریں گے کہ ساری عمر کیسی فضول اور بیکار گزری۔ جیسے آدمی گھنٹہ دو گھنٹہ یوں ہی گپ شپ میں بیکار گزرا دیتا ہے۔ نیز وہاں کی زہرہ گداز مصائب کو دیکھ کر خیال کریں گے کہ گویا دنیا میں کچھ مدت قائم ہی نہ ہوا جو یہ وقت آ لیا۔ گھڑی دو گھڑی ٹھیرے اور یہاں آ پھنسے۔ کاش وہاں کی مدت قیام کچھ طویل ہوتی۔ تو یہ دن اس قدر جلد نہ دیکھنا پڑتا۔ بعض مفسرین نے کہا کہ برزخ (قبر) میں ٹھہرنے کی مدت کو ایک گھڑی برابر سمجھیں گے۔ (واللہ اعلم)

(حضرت مولینا عثمانیؒ)

لہٰذا دو باتیں یہاں مذکور ہیں جو قیامت کے دن خسارے کا باعث ہوں گی۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلانا۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی ہوئی ہدایت پر نہ چلنا۔

(اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْھُمْ)

قیامت کے بارے میں فضول سوال

قیامت کا آنا یقینی ہے۔ مگر عقل کے کورے اس دن کے لئے تیاری کچھ نہیں کرتے اور دور از کار سوال کرتے ہیں:

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ اَیَّانَ مُرْسٰھَا ۰

(النّٰزعٰت آیت ۴۲)

ترجمہ: آپ سے قیامت کی بابت پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہوگا؟

بھلا اس کا وقت بتلانے سے کیا تعلق؟ وقت کا تعین تو صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور کوئی نہیں جانتا۔

فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰھَا ط اِلٰی رَبِّکَ مُنْتَھٰھَا ۰

(النّٰزعٰت۔ آیت ۴۳ و ۴۴)

ترجمہ: آپ کو اس کے ذکر سے کیا واسطہ اس کے علم کی انتہا آپ کے رب کی طرف ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کام صرف لوگوں کو متنبہ کرنا تھا تاکہ لوگ ڈر کر قیامت کے دن کے لیے تیاری کریں۔ اور غفلت کے پردوں کو چاک کر ڈالیں۔

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰھَا ۰

(النّٰزعٰت۔ آیت ۴۵)

ترجمہ: بے شک آپ تو اس کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہے۔

غافل اب کہتے ہیں کہ قیامت کا وقت جلدی معلوم ہو جائے گا۔ مگر جب یہ گھڑی سر پر آ کھڑی ہوگی تو بصد حسرت و یاس کہیں گے کہ ہائے ہم کو کام کرنے کی بہت کم مہلت ملی۔ ایک آدھ دن کے قریب دنیا میں رہنا ملا۔

کَاَنَّھُمْ یَوْمَ یَرَوْنَھَا لَمْ یَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِیَّۃً اَوْ ضُحٰھَا ۰

(النّٰزعٰت۔ آیت ۴۶)

ترجمہ: جس دن اسے دیکھ لیں گے تو (یہی سمجھیں گے کہ دنیا میں) گویا ایک شام یا اس کی صبح ٹھہرے تھے۔

لہٰذا

اس موقع کو غنیمت جاننا چاہیے اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ دوبارہ دنیا میں آنا نصیب نہ ہوگا۔ پھر مہلت نہ ملے گی، سوچ اور اس چار روزہ زندگی سے آخرت کا کام بنا لو۔

قیامت کے دن گنہگار کی پریشانی

وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ لا مَا لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَۃٍ ط کَذٰلِکَ کَانُوْا یُؤْفَکُوْنَ ۰

(باقی صـ۱۲ پر)

عورتوں کا صفحہ

نبئ رحمتؐ اور صحرائے عصیاں

ماسٹر محمد امین بورسٹل جیل لاہور

ابوجہل کی رسول دشمنی تو ایک مشہور بات ہے لیکن اس کا بیٹا عکرمہ بھی اسلام دشمنی میں باپ سے کم نہیں۔ مکہ مکرمہ کی گلیوں میں کانٹے بچھانے ہوں، یا بازاروں میں رسول پاکؐ پر آوازے کسنے ہوں۔ عکرمہ بھی باپ کی طرح ہمیشہ پیش پیش رہتا۔ خانہ کعبہ کے اندر رسول پاک پر اونٹ کی اوجھری ڈالنی ہو۔ یا آنحضرتؐ کی گردن مبارک میں کپڑا مروڑنا ہو ہر شرارت میں عکرمہ اپنے باپ کے ساتھ برابر کا شریک ہوتا۔ حضرت عمر کو رسول پاکؐ کے قتل پر آمادہ کرنے اور ہجرت کے بعد حضورؐ کا سر مبارک لانے کی مہم پر سو اونٹوں کا انعام مقرر کرنے والے بھی یہی باپ بیٹا تھے۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں یہودیوں کو مسلمانوں کے خلاف ابھارنے اور قریش کو غیرت دلا کر درپے آزار رکھنے میں بھی ابوجہل اور عکرمہ دونوں کا دخل تھا۔ گھاگ ابوجہل اگر سازشی زیادہ تھا تو عکرمہ ہر سازش کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہر وقت شمشیر بکف رہتا۔ حتیٰ کہ رسول اللہؐ کو حکم خداوندی سے ہجرت کرنا پڑی۔ دراصل جنگ کا محرک اور بانی تو ابوجہل تھا۔ مگر ابوسفیان اور عکرمہ اس کے نائب تھے۔ ابوجہل کے مرنے کے بعد بھی عکرمہ ابوسفیان کا دستِ راست بنا۔

اب ان تمام واقعات کو پیش نظر رکھئے۔ عین ہجرت کے آٹھ سال بعد مکہ کی سرزمین نے ایک عجیب کرشمہ دیکھا۔ فتح مکہ کے بعد جب نبئ رحمت نے فرمایا کہ جو ابوسفیان کے گھر داخل ہو جائے اسے بھی معاف کیا جائے جو دروازہ بند کر لے اسے بھی پناہ۔ جو ہتھیار ڈال دے اسے بھی امان۔ حتیٰ کہ عفو عام کا اعلان کر دیا اور فرمایا۔ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ آج کے دن تم سے کوئی پرسش نہیں اور سب کو معاف ہے۔ ذرا آج کل کے فاتحین سے مقابلہ کریں۔ وہاں یہ شان ہے کہ جانی دشمن کو بھی فتح اور غلبہ کے وقت پناہ دی جاتی ہے۔ اسی پر ہی بس نہیں بلکہ جو بھی پناہ میں چلا آئے اُسے معافی ہے۔ یہاں حال ہے کہ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً ۔

عکرمہ فتح کے دن بھی باز نہ آیا اور حضرت خالدؓ کے دستہ پر حملہ کر دیا۔ عکرمہ اپنے باپ کی طرح نہایت ہی سنگ دل تھا چنانچہ اس کی سرکشی میں فتح مکہ کے دن بھی فرق نہ آیا بلکہ ابوسفیان کے ایمان لانے کو اپنی قوم سے غداری پر محمول کیا۔ اسے بے غیرت کہا اور حضرت سے نبرد آزما ہوا۔ حضرت خالدؓ عکرمہ کے چچا اور اس کی بیوی کے ماموں تھے۔ جونہی عکرمہ کی نظر ان پر پڑی تو میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا۔

ادھر فتح کے بعد دریائے رحمت نے سب کو معاف فرما دیا تو اس حسن سلوک سے کئی لوگ ایمان لے آئے۔ عورتوں میں سے عکرمہ کی بیوی امّ حکیم اور ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے بھی اسلام قبول کر لیا تو ام حکیم نے حضورؐ سے عکرمہ کی سفارش ان الفاظ میں کی یا رسول اللہؐ! عکرمہ اپنے باپ کے ساتھ مل کر اسلام کو مٹانے اور آپؐ کو قتل کرنے کے منصوبے کیا کرتا تھا۔ وہ اسلام کا بدترین دشمن تھا مگر غیرت مند ہے۔ اور رسول دشمنی کی وجہ سے گریزپا ہے۔ کہیں بھاگ گیا ہے تلاش میں جاتی ہوں۔ اگر مل گیا تو کیا اسے بھی امان مل جائے گی۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا ہاں اس کو بھی معافی ہے۔ حضور کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سن کر ام حکیم کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ وہ شرمسار اور پابوس آئی تھی۔ مگر ہنشاش بشاش اور بامراد واپس لوٹی۔ ادھر عکرمہ سیدھا ساحل سمندر پر پہنچا اور یمن جانے کی ٹھانی۔ کشتی میں بیٹھ کر تھوڑی ہی دور گیا تھا، کشتی طوفان میں گھری تو مسلمان مسافروں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ مگر عکرمہ نے لات و عزیٰ کا آوازہ بلند کیا۔ ملاح نے کہا تو بھی۔ خدا کو مان لے۔ عکرمہ نے جواب دیا کہ اگر خدا اور محمدؐ کو مانتا تو مکہ کو کیوں چھوڑتا۔ اتنے میں ام حکیم بھی ساحل پر آ گئیں اور عکرمہ کو بلا کر کہا کہ میں بہترین انسان اور مجسمۂ رحمت سے تیری جان بخشی کا وعدہ لے کر آئی ہوں۔ عکرمہ کو معافی کا گمان تک نہ تھا۔ یہ سن کر وہ جامے میں پھولا نہ سمایا دونوں واپس مکہ لوٹے اور دربارِ رسالتؐ میں حاضر ہوئے۔ ام حکیم نے عرض کی یا رسول اللہ عکرمہ آ گیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا بلاؤ۔ جب عکرمہ حاضر ہوا تو اسے گلے لگا لیا اور فرمایا۔ "مرحبا! یا راکب المہاجر" عکرمہ نے کہا ام حکیم کہتی ہیں۔ آپؐ نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں تجھے معافی ہے۔ بس یہ سن کر عکرمہ کے دل کی دنیا بدل گئی۔ کیونکہ وہ معافی کی قطعاً امید نہیں رکھتا تھا۔

مجھے معاف! جس نے کبھی آپ کو آرام سے بیٹھنے نہ دیا۔ جس نے پندرہ سال آپؐ کی مخالفت کی۔ قتل کے منصوبے بنائے۔ غرضیکہ میرے ترکش میں کوئی ایسا تیر نہ تھا جس سے آپؐ کے مقدس جسم کو مجروح کرنے کی کوشش نہ کی ہو میں نے مدینہ میں بھی آپ کو آرام نہ کرنے دیا اور لشکر کشی کرتا رہا۔ مجھ جیسے پاجی پر یہ کرم! بس قدموں میں گر پڑا اور کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ سر ندامت سے جھکا لیا۔ ادھر بُرے اعمال ایک ایک کر کے سامنے آ رہے ہیں۔ اور دوسری طرف رحمت کا دریا بہہ رہا ہے اور عکرمہ زبانِ حال سے پکار رہا تھا ؎

صحرا صحرا ہیں گو کہ عصیاں میرے
دریا دریا مگر ہے رحمت تیری

چنانچہ دعا کی درخواست کی۔ آپ نے دعا فرمائی۔ پھر عرض کی کہ جتنا دین کے خلاف لڑا ہوں اس سے دگنا دین کے حق میں جہاد کروں گا۔ آپ استقامت کی دعا فرمائیں۔ رسول پاک نے پھر دعا فرمائی۔ جب عکرمہ چلا گیا تو کسی نے کہا ابن عدو اللہ۔ (اللہ کے دشمن کا بیٹا) آپؐ نے سنا تو فرمایا۔ ایسا نہ کہو۔ خَیْرُکُمْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ خَیْرُکُمْ فِی الْاِسْلَامِ۔ جاہلیت کا سب سے بہتر اسلام میں بھی سب سے بہترین ثابت ہوگا۔"

اُسوۂ حسنہ رسول کریمؐ کی بے پایاں وسعتیں

پیغامِ نبوت کے بنیادی اُصول و عناصر

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی کا بصیرت افروز خطاب

ذیل میں حکیم الاسلام حضرت مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی اس بصیرت افروز تقریر کا خلاصہ ہدیۂ ناظرین کیا جا رہا ہے۔ جو حضرت موصوف نے ۱۲ اکتوبر شب کے جلسہ سیرت منعقدہ اردو پارک دہلی میں ارشاد فرمائی۔ جزاہ اللہ خیرا

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان اور اس کا احاطہ نہ کسی ایک انسان کے بس کی بات ہے نہ کوئی ایک عمر بھی اس کے لئے کافی ہو سکتی ہے۔ مختصر الفاظ میں ام المومنین صدیقہ عائشہ رضؓ نے خود یہ ارشاد فرمایا تھا کہ حضورؐ کی سیرت اگر ڈھونڈھنا چاہتے ہو تو وہ قرآن حکیم ہے۔ سرورِ دو عالمؐ اس دارِ فانی سے رخصت ہو چکے۔ لیکن اُن کا اسوۂ حسنہ قرآن حکیم کے روشن و تابناک نقوش کی شکل میں آج بھی موجود ہے اور ہمیشہ موجود رہے گا۔ اب قرآن حکیم کی تفسیر، اس کے معانی و مطالب، اس کے مضامین و معارف کا ہی اندازہ کرنا ہو تو اس بحرِ بے کنار کی وسعتوں کو یوں محسوس کیجیے کہ چودہ سو برس کی مدت میں اصحاب علم و قلم نے بے اندازہ بے شمار کتابیں تصنیف کیں اور قرآنِ حکیم کے مطالب اور فنون پر اس قدر کام کیا ہے کہ حساب و کتاب میں اس کا احاطہ بھی ناممکن ہے۔ مسلمانوں کی چودہ سو برس کی تاریخ میں صرف قرآن و حدیث پر جتنا ذخیرہ تیار کیا گیا اس کا کیا ہی کوئی اندازہ کر سکتا ہے۔ اندلس اور قرطبہ، بیروت و استنبول، قاہرہ، بغداد کے عظیم الشان کتب خانوں میں کتنا عظیم ذخیرہ قرآن و حدیث کے معارف و بیان پر محفوظ ہوا۔ اور خود ہندوستان و پاکستان میں کلکتہ، پٹنہ، دہلی، لاہور، لکھنؤ، علی گڑھ، بمبئی اور حیدر آباد، چپہ چپہ پر اسلاف کے علمی ذخیروں میں کتنا عظیم الشان سرمایہ صرف اسی عنوان پر ہوتا رہا ہے اور آج تک جمع ہے۔ اس تمام سرمایہ اور ذخیرہ کو نظر میں رکھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ چودہ سو برس کی مسلسل کاوشِ فکر و قلم کے بعد بھی قرآن حکیم کے معارف اور اسوۂ حسنہ کے فضائل و برکات انسانی فکر و ذہن کے احاطے میں نہیں آسکے اور اس بحرِ بے کنار کی وسعتوں کا اندازہ آج بھی پورا نہیں ہو سکتا۔

ایسے وسیع، بے پایاں اور لامحدود عنوان پر اگر کوئی عمرِ نوح بھی لے کر بیٹھے تو اس کے بیان کا حق کیسے ادا کر سکتا ہے اور کہاں تک اس کو سمیٹ سکتا ہے۔

پھر جب یہ ناممکن ہے تو ایک مقرر یا بیان کرنے والا اس سے زیادہ کیا کر سکتا ہے کہ سیرت پاک کے صرف بنیادی زریں اصول اور اس کے عناصر ترکیبی پر ہی کچھ کہے اور بیان کرے۔ ہم نے جہاں تک سوچا اور سمجھا ہے خود قرآن و حدیث کی روشنی میں سیرت پاک کے بنیادی عناصر یا اجزاء ترکیبی چار اہم ترین قدریں معلوم ہوتی ہیں۔ (۱) علم و معرفت (۲) اعتدال اور میانہ روی (۳) جود و سخا اور (۴) عفو و کرم۔

اسوۂ حسنہ کی پوری تصویر اگر سامنے رکھی جائے تو سب سے پہلی حقیقت یہ سامنے آتی ہے کہ اس کی بنیاد علم و معرفت پر ہے کسی رسم کی تقلید، کسی رواج کی اندھی تعمیل اور محض پرانی لکیروں سے وابستگی سے اسلامی دعوت کا کوئی تعلق نہیں۔ اسلام نے دنیا کے سامنے خود کو علم اور بصیرت کی راہوں سے پیش کیا ہے اور اس کی تمام تعلیم اور پورا پیغام بصیرت و معرفت کا خزانہ ہے۔ اس نے رسمی تقلید اور جاہلانہ پیروی کو صاف لفظوں میں رد کیا ہے۔ اور اعلان کیا ہے کہ اسلام دنیا کے سامنے جو دعوت پیش کر رہا ہے وہ سب سے پہلے انسانی فکر و نظر کی طالب ہے۔

علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی والذین اذا ذکروا بآیات ربھم لم یخروا علیھا صما وعمیانا

دوسرے مذاہب کے برخلاف کسی غیر کو اگر اسلام کے دائرہ میں داخل کرنا ہو تو کچھ خاص رسوم یا کسی خاص شکل کو اپنا کر وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ بلکہ سب سے پہلے اُسے توحید الٰہی اور نبوت کا اقرار کرنا پڑے گا اور دل و دماغ سے ایک خالص علمی اور نظری اصول کو اپنانا ہوگا۔ اس کے لئے علم و فکر کی ضرورت ہے صرف جہالت کے ساتھ کسی رسم کو پورا کر لینے سے کام نہیں چل سکتا۔

دوسرا اہم عنصر جو اسلامی دعوت اور سیرت پاک کا خمیر ہے اعتدال اور میانہ روی ہے۔ اسلام درحقیقت اسی نظام حیات اور دستور العمل کا نام ہے جو زندگی کی ہر راہ میں ہر موڑ پر، ہر معاملہ میں افراط و تفریط سے بچ کر صحیح اعتدال کی راہ دکھاتا ہے۔ عبادات ہوں یا معاملات۔ قول ہو یا کردار۔ انفرادیت ہو یا اجتماعیت، جنگ ہو یا صلح۔ غرض ہر موقع پر سلامت روی اور توازن کی راہ ہے۔ اور اسوۂ حسنہ کے تابناک نقوش نے ہمیں عملی زندگی میں ان کے روشن نمونے دیئے ہیں۔ یہی توازن اور اعتدال وہ رہنمائی ہے جو اسلامی پیغام کا بنیادی ستون ہے۔

تیسرا نمایاں وصف جو ہمیں سرکار دو عالمؐ کی مثالی اور مبارک زندگی میں بہت صاف اور نکھرا ہوا نظر آتا ہے جود و سخا یا قلب و نظر اور فکر و ذہن کی وسعت و فراخی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بتلاتے ہیں کہ

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود من الریح المرسل

سرورِ دو عالم نہ صرف یہ کہ اپنے ہاتھ کے بہت کشادہ اور سخی تھے بلکہ ہر گفتگو اور ہر معاملہ میں اُن کے دل و دماغ کی وسعت اور بڑائی صاف جھلکتی تھی۔ پوری سیرت مبارکہ میں ایک معمولی سے معمولی واقعہ بھی نہیں مل سکتا، جہاں تنگ دلی یا تنگ نظری کی پرچھائیں بھی نظر آسکے۔

چوتھی صفت عفو و بخشش ہے جو سیرت مقدسہ کے ہر صفحہ اور ہر سطر کا ایک روشن نشان ہے۔ انسانی زندگی کے مختلف مراحل میں سربلندی اور کامیابی حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر بخشش و درگزر کا جذبہ درمیان سے مفقود ہو جائے۔ اس کارخانۂ ہست و بود کو جو ستون اپنے سروں پر اُٹھائے ہوئے ہیں اُن میں رحم و کرم کا مادہ خود ایک مستقل ستون ہے اور اس وصف کا سب سے بڑا نشان اور سب سے مکمل نمونہ رحمۃ للعالمین سرکار دو عالمؐ کی ذات اقدس تھی۔ واقعات اور مثالوں سے پوری سیرت پاک بھری پڑی ہے۔ مختصر لفظوں میں یہی چار اوصاف کمال ہیں جن کو اسوۂ رسول کے بنیادی اجزاء یا عناصر ترکیبی کہا جا سکتا ہے اور اُن کی ہی شرح و تفصیل ہے جو سیرت پاک کی شکل میں ایک بہترین نسخۂ ہدایت بن کر ہمارے سامنے آئی ہے۔ حضور نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں خود

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

ساعتے با اولیاء

گدڑی میں لعل

اقبال احمد اعظمی

۱۳۲۹ھ کی گرمیوں کی ایک رات ہے یوں تو پورا عرب ہی راتوں کے سلسلے میں بڑا خوش موسم واقع ہوا ہے۔ پھر شام اور اس کی بہاریں اور اس پر یہ اسباب زیب و زینت عجیب لطف پیدا کرتے ہیں۔ لوگ جوق در جوق مسجد میں آتے اور صحن میں جمع ہوتے جا رہے ہیں۔ کوئی ابھی پہنچا ہے اور وضو کے لئے حوض کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کوئی وضو کر چکا ہے اور درس کی مجلسوں میں شریک ہو گیا ہے۔ کچھ لوگ ذکر الٰہی میں مستغرق ہیں تو کچھ روتے، گڑگڑاتے اپنی خطائیں معاف کرا رہے ہیں۔ یہ صرف عبادت خانہ ہی نہیں ہے یہاں محبتیں بھی استوار ہوتی ہیں۔ سب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے اور اخوتِ اسلامی کے رشتہ کو مضبوط کرتے ہیں۔

ایک طرف یہ مناظر ہیں اور دوسری طرف قبۂ زین العابدین کے پاس ایک شخص خاموش بیٹھا ہوا ہے، اس کی صورت فقیروں جیسی ہے۔ کپڑے پھٹے ہوئے اور غریب الوطنی کے آثار پوری طرح نمایاں ہیں، وہ ہر چیز کو اچٹتی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ کبھی لوگوں کی طرف دیکھتا ہے تو کبھی مسجد کے نظارہ میں محو ہو جاتا ہے وہ جامع اموی کے مضبوط در و دیوار اور اس کے سربفلک میناروں سے اس کی تاریخ پڑھ رہا ہے، اسے مسجد کے جمال اور اس کے چمک دار پتھروں میں خالدؓ و ابو عبیدہؓ، ولید و عمر بن عبدالعزیزؒ اور نور الدین و صلاح الدین کے چہرے دکھائی دے رہے ہیں اور انہیں دیکھ کر خوش ہو رہا ہے اور دل ہی دل میں اپنی عظمت کی ان [illegible] یادگاروں پر فخر کرتا جا رہا ہے۔ کہ یکایک ایک دیہاتی باہر سے ایک سوال لے کر مسجد کے اندر داخل ہوتا ہے اور مفتیوں کے حلقہ میں پہنچ کر اپنا سوال پیش کر دیتا ہے، سوال شاید اہم ہے۔ مفتیانِ کرام کے پاس اس کا حل نہیں۔ پھر فقہا و محدثین کے حلقوں کا چکر لگاتا ہے اور وہاں سے بھی اس کو جواب نہیں ملتا۔ آخر مایوس ہو کر واپسی کا ارادہ کر لیتا ہے۔

"پردیسی" فقیر یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اسے علماء و فقہاء پر تعجب ہو رہا تھا، اسے کوئی نہیں جانتا تھا لیکن وہ علم کا بحرِ ذخار تھا، یہ چیز اس پر شاق تھی کہ ایک شخص دین کی پیاس لے کر آئے اور پیاسا ہی لوٹ جائے، سائل کو بلایا اور کہا .....

بھائی! ذرا ہمیں بھی اپنا سوال بتاؤ، شاید اللہ تعالیٰ کوئی جواب سمجھا دے اور تمہارا مسئلہ حل ہو جائے۔

دیہاتی قہقہہ مار کر ہنس پڑا اور بلند آواز سے کہنے لگا۔ "ذرا اس پگلے کو دیکھئے! جس مسئلہ میں وقت کے بڑے بڑے مفتی اور فقیہ و محدث عاجز رہ گئے یہ اس کا جواب دینے آیا ہے۔"

لوگ اس کی آواز پر بڑھے، کچھ لوگوں نے کہا۔ چھوڑو بھی، اس سے کہاں الجھ گئے جاؤ اپنا کام کرو۔" دوسروں نے کہا بھائی حرج ہی کیا ہے ان کے سامنے بھی ذکر کر دو، ممکن ہے ان کے پاس اس کا صحیح جواب موجود ہو، البتہ مفتیانِ کرام سے اس کے بعد بھی استصواب ضرور کرا لینا".... بات یہیں تک پہنچی تھی کہ مؤذن نے مسجد کے بلند مینار سے اللہ اکبر، اللہ اکبر کی صدا سے اذان شروع کر دی۔

لوگ خاموش ہو گئے، قراء و مدرسین کی آوازیں بند، ذاکرین کی صدائیں اور اہلِ دل کے گریئے رک گئے وہ "نبوت" کی اس مقدس پکار کو بڑے اشتیاق سے اور کان لگا کر سنتے اور لبیک کہتے جا رہے ہیں، جیسے میناروں کی یہ آواز انھیں آسمان سے آتی ہوئی معلوم ہو رہی ہے جس میں وحی کا رعب و جلال اور ایمان کا جمال ہے۔

اذان ختم ہوئی، لوگ مل کر صفوں میں شانہ بشانہ کھڑے ہو گئے۔ فقیر بھی ساتھ کھڑا ہو گیا۔ اور امام نے اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کر دی۔ اب یہ مجمع ایک دوسرے عالم میں ہے اور گویا دنیا کی ہر چیز اس کے لئے فنا ہو گئی ہے۔ "اللہ اکبر" (اللہ سب سے بڑا ہے)، کا عظیم کلمہ ان سے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کہہ رہا ہے، ہماری طرف اور صرف ہماری طرف دیکھو، دنیا کی طرف کیوں دیکھتے ہو، کیا تم اس کے دست نگر ہو، نہیں وہ تمہاری دستِ نگر ہے کیونکہ تم ہمارے ہو اور دنیا ہماری ملک اور محتاج! — نماز ختم ہوئی، دیہاتی "فقیر" کے پاس اٹھ کر گیا اور پورے گنوارپن سے گویا ہوا" کیا تم سمجھتے ہو کہ تم میرا جواب دے سکو گے۔ کیا تم اپنی پہلی بات پر قائم ہو؟"

...... جی ہاں! میں اپنی بات پر پوری طرح قائم ہوں اور مجھے اللہ کی مدد پر پورا

بھروسہ ہے۔"فقیر" نے کہا۔ سائل نے اپنا سوال رکھا اور "فقیر" نے کسی غور و تامل کے بغیر اس کا جواب دیا اور فوراً دروازہ سے باہر نکل گیا۔ لوگوں نے دیہاتی کو گھیر لیا اور اس سے پوچھنا چاہا لیکن اس نے اس وقت تک ایک حرف بتانے سے انکار کر دیا۔ جب تک وہ مفتیوں سے استصواب نہ کر لے۔ وہ گیا اور پھر لوٹ کر لوگوں سے کہنا شروع کیا، "اس فقیر کو تو آپ لوگوں نے دیکھ لیا ہے اس نے میرے سوال کا بالکل صحیح جواب دیا۔"

لوگ اس کا مذاق اڑانے لگے، لیکن جب اس نے فقیر کا جواب سنایا تو لوگوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی، کسے معلوم تھا کہ گدڑی میں لعل چھپا تھا، اب انہیں اس کے پانے کا شوق پیدا ہوا، حیرت ہے اس علم و فضل کے ساتھ یہ پراگندہ حالی یا اس پراگندہ حالی کے ساتھ یہ فضل و کمال! یہ فقیر کون ہے؟ افسوس ہم نے اس شخص کو نہیں پہچانا، یقیناً وہ کوئی صاحب کمال ہے۔ بیشک وہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، وہ ہمیں علم کی حقیقت، فقر کی بلندی اور تواضع کی عظمت دکھلانے آیا تھا۔ چلو اسے تلاش کریں، پانے کی کوشش کریں، ۔ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ مگر وہ چلا گیا۔ کیا کوئی اس کا پتہ جانتا ہے؟

......"جی ہاں!۔ ایک شخص نے کہا۔ ایک عرصہ تک میں نے دیکھا کہ وہ ایک خانقاہ سمیساطیہ کے دروازہ پر بیٹھا رہتا اور خانقاہ کا حمام اور اس کی نالیاں صاف کیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اہل خانقاہ نے اسے اجازت دے دی اور اندر بلا لیا۔ پھر ہم نے اسے جب بھی دیکھا نماز و ذکر میں مشغول ہی پایا۔"

لوگ خانقاہ میں پہنچے، "فقیر" وہاں موجود تھا، پوچھا "آپ کون ہیں؟"

...... میں ایک انسان ہوں ۔ فقیر نے جواب دیا۔

...... جی یہ تو ہم بھی جانتے ہیں، لیکن ہم آپ کو قسم دلاتے ہیں اور اللہ وحدہٗ لاشریک کا واسطہ دے کر عرض کرتے ہیں، بتایئے آپ کا نام کیا ہے؟

......"انا للہ و انا الیہ راجعون"۔ افسوس کہ تم نے قسم دلا دی۔ مجھے ابو حامد الغزالی کہتے ہیں...... "حجۃ الاسلام"، "حجۃ الاسلام" کے نعرے لگنے لگے، لوگ زیارت و مصافحہ کے لئے بے اختیار بڑھے، دست بوسی کی اور آداب و سلام کے بعد کل کی حاضری کا وعدہ کر کے چلے گئے۔

یہ ابو حامد الغزالی بغداد کے شیخ الاسلام تھے، عزت و جاہ کا کیا کہنا! مسلمانوں کے پیشوا اور مرجع خلائق تھے، اسلامی حکومت کا کوئی اہم دینی کام آپ کے مشورہ کے بغیر نہیں ہوتا تھا، خلیفۂ وقت بھی آپ کے حضور گھٹنے ٹیک دیتا، ہر وقت سینکڑوں طالب علم آپ کے درس میں شریک ہوتے اور درس و تدریس کا بازار گرم رہتا۔ علم و فضل میں ایک دنیا آپ سے مرعوب تھی، اس وقت کا کونسا ایسا رائج فن تھا جس پر آپ عبور نہ رکھتے ہوں۔ فقہ و تفسیر، عقائد و کلام تو خیر دینی فنون تھے۔ دنیاوی فن "فلسفہ" جو اس وقت پورے عروج پر تھا اس پر انہیں اس درجہ عبور تھا اور اس میں وہ نکتے پیدا فرماتے تھے جو ارسطو کو مشکل ہی سے نظر آتے۔ اس فن پر توجہ کی تو کہیں سے کہیں پہنچا دیا، نظریں پھیریں تو پھر چولیں ہلا کر ہی دم لیا اور ساری عمارت کو اس طرح متزلزل کر دیا کہ پھر ہزار کوششوں کے بعد بھی اپنی پہلی حالت پر نہ آسکی۔ علم و فضل کے ساتھ عزت و شہرت اور جاہ و مال سے مالا مال تھے، لیکن ایک جوہر تھا جسے وہ اپنے اندر مفقود پاتے تھے، وہ تھا نورِ حق اور سکینتِ قلب! اور شاید وہ ان سب لوازم کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ جوہر تو فقر و مسکنت بے سرو سامانی اور اللہ کا ہو رہنے۔ اس کی راہ میں مٹ جانے، سب کچھ کھونے اور لٹا دینے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

کھوئے کھوئے سے رہنے لگے بالآخر مسند جاہ چھوڑا دیوانہ وار نکل پڑے، دشت دشت کی خاک چھانی، مشقتیں برداشت کیں، پھر دمشق پہنچ کر سمیساطیہ کی خانقاہ میں وہ گوہر مراد مل گیا۔ ایک زمانہ گذر گیا۔ کوئی آپ کو پہچان نہیں سکا اور اسی میں آپ کو سکون تھا پوری توجہ اپنے پروردگار کی طرف تھی اور بس! لیکن ایک دن جب راز کھل گیا اور دمشق کے بھی بغداد بن جانے کا خطرہ نظر آنے لگا تو پھر اگلے دن کی صبح آنے سے پہلے ہی وہ دمشق کو خیرباد کہہ چکے تھے۔ رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ

(رحلۃ ابن بطوطہ، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، للسبکی فی صحن الاموی الاستاذ علی الطنطاوی)

بقیہ - چار روزہ زندگی

وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَىٰ يَوْمِ الْبَعْثِ فَهَٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلَٰكِنَّكُمْ كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

(الروم۔ آیت ۵۵-۵۶)

ترجمہ: اور جس دن قیامت قائم ہوگی گنہگار قسمیں کھائیں گے کہ ہم ایک گھڑی سے زیادہ نہیں ٹھہرے تھے۔ اسی طرح وہ الٹے جاتے تھے اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا تھا کہیں گے کہ اللہ کی کتاب کے مطابق تم قیامت تک رہے۔ ہو سو یہ قیامت کا دن ہے۔ لیکن تمہیں اس کا یقین ہی نہ تھا۔

(حاشیہ حضرت مولانا عثمانی رح)

(مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ) یعنی قبر یا دنیا میں رہنا تھوڑا معلوم ہوگا۔ جب مصیبت سر پر کھڑی نظر آئے گی کہیں گے کہ افسوس بڑی جلدی دنیا کی اور برزخ کی زندگی ختم ہو گئی۔ کچھ بھی مہلت نہ ملی جو ذرا ہی دیر اور اس عذاب الیم سے بچے رہتے۔ یا دنیا میں کچھ زیادہ مدت ٹھہرنے کا موقع ملتا تو اس دن کے لئے تیاری کرتے۔ یہ تو ایک مصیبت کی گھڑی سامنے آگئی۔

(كَذَٰلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ) یعنی جیسے اس وقت یہ کہنا جھوٹ اور غلط ہوگا۔ اسی طرح سمجھ لو کہ دنیا میں بھی یہ لوگ غلط خیال جماتے اور الٹی باتیں کیا کرتے تھے۔

(قَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ) یعنی مومنین اور ملائکہ اس وقت ان کی تردید کریں گے کہ تم جھوٹ بکتے ہو یا دھوکہ میں پڑے ہو جو کہتے ہو کہ قبر میں یا دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ ٹھہرنا نہیں ہوا۔ تم ٹھیک اللہ کے علم اور اس کی خبر اور لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق قیامت کے دن تک ٹھہرے۔ ایک منٹ کی بھی کمی نہیں ہوئی۔ آج عین وعدہ کے موافق وہ آ پہنچا۔ اب وہ دیکھ لو۔ جسے تم جانتے اور مانتے نہ تھے۔ اگر پہلے اس دن کا یقین کرتے تو تیار ہو کر آتے اور یہاں کی مسرتیں دیکھ کر کہتے کہ اس دن کے آنے میں بہت دیر لگی۔ بڑے انتظار اور اشتیاق کے بعد آیا۔ جیسا کہ مومنین سمجھتے ہیں۔

دُعا

رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ

باقی ص۱۸ پر

وظیفۂ عمل

ع عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

عزت علی
خطیب جامع مسجد
ڈھنگرانوالی لاہور

ابوعبداللہ حکیم ترمذی اپنی کتاب نوادر الاصول میں روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ؐ مسجد نبوی میں اپنے صحابہؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ گذشتہ رات میں نے عجیب باتیں دیکھیں۔ دیکھا کہ میرے ایک امتی کو عذاب قبر نے گھیر رکھا ہے۔ آخر اس کے باوضو رہنے نے اُس کو عذاب سے نجات دلائی۔ ایک امتی کو دیکھا کہ اُسے شیطان وحشی بنائے ہوئے ہیں۔ ذکر اللہ نے آکر اس کو خلاصی دلوائی۔ ایک امتی کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اُس کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔ اس کی نماز نے آکر اس کو بچا لیا۔ ایک امتی کو دیکھا کہ پیاس کے مارے ہلاک ہو رہا ہے اور وہ اپنی پیاس بجھانے کے لیے حوض کوثر پر جاتا ہے تو اُسے دھکے لگتے ہیں لیکن روزہ نے آکر فوراً اس کو پانی پلوا دیا۔ ایک اور امتی کو دیکھا کہ انبیاء کے حلقہ کو دیکھ کر یہ اُن میں بیٹھنا چاہتا ہے لیکن حلقہ والے اس کو بیٹھنے سے روکتے ہیں لیکن اچانک غسل طہارت نے آکر اس کو میرے پاس بٹھوا دیا۔ ایک اُمتی کو دیکھا کہ وہ اندھیرے میں سرگرداں پھر رہا ہے اس کا حج اور عمرہ آیا اور اس کو روشنی اور نور میں پہنچا دیا۔ ایک امتی کو دیکھا کہ وہ جنتیوں سے کلام کرتا ہے۔ لیکن کوئی جنتی بھی اس سے بولنا پسند نہیں کرتا۔ اتنے میں صلہ رحمی آیا اور اس نے اعلان کیا کہ اس سے ایسا ہی سلوک کیا جائے جیسا کہ اس نے دنیا میں اپنے رشتہ داروں سے کیا تھا۔ چنانچہ جنتی اس سے بولنے لگ گئے۔ ایک امتی کو دیکھا کہ اس کے منہ پر جہنم کے انگارے گرنے کو ہیں اور قریب ہے کہ اس کا منہ جل جائے لیکن اس کی خیرات اس کے منہ کے سامنے دیوار بن گئی اور اس کے منہ کو جلانے سے بچا لیا۔ ایک اُمتی کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اس کو گرفت میں لے لیا لیکن اس کا لوگوں کو نیکی کی طرف بلانا اور برائی سے روکنا آیا اور اُسے فرشتوں سے آزاد کرا لیا۔ ایک امتی کو دیکھا کہ گھٹنوں کے بل گرا ہوا ہے اس کے اور اللہ کے درمیان حجاب ہے کہ دیدار نہیں کر سکتا اس کے دنیا والے اچھے اخلاق آئے اور اس کو پکڑ کر حجاب اُٹھایا اور اسے اللہ سے ملا دیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے ایک امتی کو دیکھا جسے اوندھا کر کے جہنم میں ڈالنے کی تیاری کی جا رہی ہے۔ اتنے میں اس کا خدا کے ڈر سے رونا آیا اور ان آنسوؤں نے اس کو بچا لیا۔ ایک امتی کو جہنم کے کنارے کھڑا دیکھا کہ خدا کے ڈر سے اس کا کانپنا آیا۔ اور اس کو بچا کر لے گیا۔ ایک امتی کو دیکھا جو پلصراط پر چلنے سے قاصر ہے۔ لیکن دنیا میں اس کا درود پڑھنا آیا اور اس کو بھگا کر جنت میں پہنچا آیا۔ ایک امتی کو دیکھا کہ اس پر جنت کا دروازہ نہیں کھلتا لیکن اس کا کلمہ طیبہ پڑھنا آیا اور دروازہ کھول کر اس کو جنت میں رسائی دلائی۔ امام قرطبیؒ نے بھی اس کو روایت فرمایا اور کہا کہ عذابوں سے نجات دلانے کے لئے حدیث مذکورہ کے اعمال کو اپنانا ضروری ہے۔ باری تعالیٰ امت محمدیہ کو عمل کی توفیق بخشے۔ آمین۔ ثم۔ آمین۔

○

حضرت سلیمان علیہ السلام

—— محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی ——

نسب

حضرت سلیمان (علیہ السلام) حضرت داؤد (علیہ السلام) کے صاحبزادے ہیں۔ اس لئے ان کا نسب بھی یہودا کے واسطہ سے حضرت یعقوب (اسرائیل) علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔

ان کی والدہ ماجدہ کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ توراۃ نے بنت سبع نام بتایا ہے لیکن اس طرح کہ وہ اوّل اوریاہ کی بیوی تھی۔ اور پھر داؤد علیہ السلام کی بیوی بنی اور حضرت سلیمان اُس سے پیدا ہوئے۔ مگر اس قصہ کی لغویت بعض روایات سے واضح ہو چکی ہے۔ اس لئے یہ نام بھی تاریخی حیثیت سے صحیح نہیں ہے۔

ابن ماجہ کی ایک حدیث میں صرف اس قدر منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سلیمان بن داؤد کی والدہ نے ایک مرتبہ سلیمان (علیہ السلام) کو یہ نصیحت فرمائی بیٹا! رات بھر نہ سوتے رہا کرو اس لیے کہ رات کے اکثر حصہ کو نیند میں گذارنا انسان کو قیامت کے دن "اعمال خیر سے" محتاج بنا دیتا ہے۔

قرآن عزیز نے بھی صرف اسی قدر بتایا ہے کہ وہ حضرت یعقوب کے واسطہ سے حضرت ابراہیم کی نسل سے ہیں۔

وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ط كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ (انعام)

اور ہم نے اُس (ابراہیم) کو بخشے اسحٰق و یعقوب ہم نے ہر ایک کو ہدایت دی اور نوح کو ہدایت دی اس (ابراہیم) سے پہلے اور اس (ابراہیم) کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان کو ہدایت دی۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ (ص)

اور ہم نے داؤد کو سلیمان دیا۔

قرآن عزیز اور ذکر سلیمان

قرآن عزیز میں حضرت سلیمان (علیہ السلام) کا ذکر سولہ جگہ آیا ہے ان میں سے چند جگہ کچھ تفصیل کے ساتھ ذکر ہے اور اکثر جگہ مختصر طور پر اُن انعامات اور فضل و کرم کا ذکر ہے جو خدا کی جانب سے اُن پر اور اُن کے والد حضرت داؤد (علیہ السلام) پر نازل ہوتے رہے۔

بچپن

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان (علیہ السلام) میں ذکاوت اور فصل مقدمات میں اصابت رائے کا کمال فطرت ہی سے ودیعت کر دیا تھا۔ چنانچہ اُن کے بچپن کا وہ واقعہ اس کے لیے روشن برہان ہے جو حضرت داؤد کے واقعات کے ضمن میں قرآن عزیز سے نقل کیا جا چکا ہے۔[1]

حضرت داؤد نے ان کے اس جوہر کو پہچان لیا تھا اس لئے بچپن ہی سے اُن کو امور مملکت میں شریک کار رکھتے تھے۔ خصوصاً فصل مقدمات میں اُن سے ضرور مشورہ فرما لیا کرتے تھے۔

وراثت داؤد

مؤرخین کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان سن رشد کو پہنچ چکے تھے کہ حضرت داؤدؑ کا انتقال ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو نبوت اور حکومت دونوں میں داؤد (علیہ السلام) کا جانشین بنا دیا اور اس طرح فیضان نبوت کے ساتھ ساتھ اسرائیلی حکومت بھی اُن کے قبضہ میں آ گئی۔ قرآن عزیز نے اسی جانشینی کو وراثتِ داؤد سے تعبیر کیا ہے۔

وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ (نمل)

اور سلیمان داؤد کا وارث ہوا۔

ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ یہاں وراثت سے نبوت و سلطنت کی وراثت مراد ہے۔ مالی وراثت مراد نہیں ہے ورنہ حضرت داؤد کی اور بھی بہت سی اولاد تھی وہ کیوں محروم رہتی۔ نیز صحاح ستہ میں متعدد جلیل القدر صحابہؓ سے یہ روایت منقول ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ (الحدیث)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم جماعتِ انبیاء کی وراثت مالی کا سلسلہ نہیں چلتا اور ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہو جاتا ہے۔

یہ روایت صراحت کرتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی وفات کے بعد اُن کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا بلکہ وہ مساکین و فقراء کا حق اور خدا کے نام پر صدقہ ہے۔

دراصل نبی کی فطرت یہ گوارا نہیں کرتی کہ مال جیسی حقیر شے پر ان کی وراثت کا انتساب ہو۔ اس لئے کہ جن ہستیوں کا مقصد حیات تبلیغ و ارشاد اور راہِ خدا کی دعوت ہو وہ یہ کب گوارا کر سکتی ہیں کہ علوم و فیوض نبوت کے علاوہ ایک دنی شے ان کی وراثت قرار پائے۔ بلکہ بربناء بشریت بقاء حیات کے لئے وہ جو کچھ مال کی صورت میں رکھتے تھے پس مردن صرف خدا کی ملکیت ہو جانا چاہیے جو فقراء اور مساکین ہی کا حصہ ہو سکتا ہے نہ کہ اُس اولوالعزم ہستی کے نسل و خاندان کا۔

نبوت

جن انبیاء کی صحیح تاریخ منضبط ہے اس سے اور قرآن عزیز کی بعض آیات کی صراحت[2] سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس ہستی کو شرف نبوت سے سرفراز کرتا ہے اُس کو یہ منصب جلیل سن رشد کے بعد عطا فرماتا ہے تاکہ وہ دنیوی اسباب کے لحاظ سے بھی عمر طبعی کا وہ حصہ طے کر لے جس میں عقل و تجربہ پختگی اختیار کر لیتے ہیں اور اس حد پر پہنچ کر استعداد کے مطابق انسانوں کے قوائے فکری و عملی میں استواری اور استقامت پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہ سنت اللہ حضرت سلیمان کے حق میں بھی کارفرما رہی اور سن رشد کے بعد اُن کو "حکومت و خلافت" کے ساتھ ساتھ منصبِ نبوت بھی من جانب اللہ عطا ہوا۔

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ

---

[1] آیت وداود وسلیمن اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم (الآیۃ) کی جانب ارشاد ہے۔

[2] آیت وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ (الانبیاء) کی طرف اشارہ ہے۔

وَيُونُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ (نساء)

بیشک ہم نے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تیری طرف وحی بھیجی جس طرح ہم نے نوح کی جانب وحی بھیجی اور اُس کے بعد دوسرے پیغمبروں کی طرف وحی بھیجی اور ابراہیم کی جانب اسمٰعیل کی اسحٰق کی یعقوب کی اور اُس کی اولاد کی جانب اور عیسیٰ کی اور ایوب کی اور یونس کی اور ہارون کی اور سلیمان کی جانب وحی بھیجی۔

وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا (انبیاء)

اور (داؤد و سلیمان) ہر ایک کو ہم نے حکومت دی اور علم (نبوت) دیا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا (ص)

اور بیشک ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم (نبوت کا علم) دیا۔

خصائص سلیمانؑ

پھر حضرت داؤد کی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو بھی بعض خصوصیات اور امتیازات سے نوازا اور اپنی نعمتوں میں سے بعض ایسی نعمتیں عطا فرمائی جو ان کی زندگی مبارک کا طغرائے امتیاز بنیں۔

(۱) منطق الطیر

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان دونوں کو یہ خصوصیت عطا فرمائی تھی کہ وہ چرند و پرند کی بولیاں سمجھ لیتے تھے۔ اور دونوں بزرگوں کے لئے ان کی آوازیں ایک ناطق انسان کی گفتگو کی طرح تھیں۔

قرآن عزیز نے سلیمان (علیہ السلام) کے اس شرف کا اس طرح ذکر کیا ہے:۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ۝ (نمل)

اور بیشک ہم نے داؤد اور سلیمان کو "علم دیا اور اُن دونوں نے کہا حمد اللہ کے لئے ہی زیبا ہے جس نے اپنے بہت سے مومن بندوں پر ہم کو فضیلت عطا فرمائی اور سلیمان داؤد کا وارث ہوا اور اس نے کہا اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولیوں کا علم دیا گیا ہے اور ہم کو ہر چیز بخشی گئی ہے۔ بیشک یہ خدا کا کھلا ہوا فضل ہے۔

اس مقام پر "منطق الطیر" کا جس اہمیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اُس کو پیش نظر رکھ کر یہ بات تو صاف ہو جاتی ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اپنے قیاس و تخمین کے ذریعہ ان کی مختلف قسم کی آوازوں سے صرف اُن کے مقصد اور مراد کو سمجھ لیتے تھے اور اس سے زیادہ کچھ نہ تھا" اس لئے کہ قیاس و تخمین کا یہ درجہ تو بکثرت لوگوں کو حاصل ہے اور وہ پالتو جانوروں کی بھوک و پیاس کے وقت کی آواز، خوشی اور مسرت کی آواز، مالک کو قریب دیکھ کر اظہار وفاداری کی آواز، دشمن کو دیکھ کر خاص طرح سے پکارنے کی آواز کے درمیان بخوبی فرق سمجھتے اور اُن کے ان مقاصد کو بآسانی ادراک کر لیتے ہیں۔ نیز "منطق الطیر" سے وہ علم بھی مراد نہیں ہو سکتا "جو جدید علمی دور میں ظن و تخمین کی راہ سے بعض جانوروں کی گفتگو کے سلسلہ میں ایجاد ہوا ہے اور جو زولوجی (ZOOLOGY) کا ایک شعبہ شمار ہے اور اُس کو علم بمرتبہ "یقین" کہنا خود واضعین علم الحیوانات کے نزدیک بھی صحیح نہیں ہے علاوہ ازیں وہ ایک اکتسابی فن ہے جو ہر شخص کو تھوڑی سی محنت کے ساتھ حاصل ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت داؤد سلیمان کے اس علم کے لئے قرآن عزیز کو اس قدر اہم پیرایۂ بیان کی ضرورت نہیں تھی۔

قرآن عزیز نے جس انداز میں اس کا ذکر کیا اور حضرت سلیمان کے شکریہ کے انداز بیان کو نقل کیا ہے اُس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان (علیہما السلام) کے لئے یہ ایسی عظیم الشان نعمت تھی جس کو نشان (معجزہ) کہا جاتا ہے اور وہ بے شبہ پرندوں کی بولیاں، انسان ناطق کی گفتگو کی طرح سمجھتے تھے اور یقیناً اُن کا یہ علم اسباب دنیوی سے بالاتر خاص قوانین قدرت کے فیضان کا نتیجہ تھا۔

لہٰذا عقل اس بارہ میں یہیں تک جا سکتی ہے کہ اس کے نزدیک یہ محال بات نہیں ہے کیونکہ لغت اور عقل دونوں کے لحاظ سے "النطق" کے لیے صرف صوت کا ہونا کافی ہے اور اُس کے لئے انسانوں کی طرح کی گویائی ضروری نہیں ہے اور چرند و پرند کی بولیوں میں صوت اور صوت کا نشیب و فراز دونوں موجود ہیں۔ پس منطق الطیر ایسی بخشش اور موہبت تھی جس کو خدا کا نشان کہنا چاہیے اور جو ان ہی جیسی پاک ہستیوں کے لئے مخصوص ہے۔ بیضاویؒ کے اور ہمارے درمیان "منطق الطیر" کی تفسیر سے متعلق

اس پر تو اتفاق ہے کہ حضرت سلیمان اور حضرت داؤد حیوانات کی بولیاں جس طریقہ سے یقینی طور پر سمجھ لیا کرتے تھے وہ عام علمی تدوین سے جدا اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُن کو بطور نشان کے عطا ہوا تھا۔ البتہ اس کی تفصیل میں یہ فرق ہے کہ قاضی بیضاویؒ کے نزدیک حیوانات کی بولیاں مختلف کیفیات کی صورت میں تخیل کی مدد سے سمجھی جاتی ہیں اور اس کا یقینی درجہ کسب کے ذریعہ سے نہیں بلکہ موہبت الٰہی سے حاصل ہوتا ہے جو حضرت داؤد و سلیمان کو حاصل تھا اور ہمارے نزدیک دونوں اولوالعزم پیغمبر ان کی بولیاں اس طرح سنتے تھے جس طرح انسان کی گفتگو خواہ اس لئے کہ یہ صرف معجزہ تھا جو اُن کے ہاتھ پر دکھلایا گیا اور عام طور پر ان کی بولیاں محض مختلف کیفیات صوت سے پہچانی جاتی ہیں اور خواہ یہ ہو کہ حقیقتہً اُن کی صوت نطق میں ایسا درجہ رکھتی ہے جس سے وہ صاف صاف ایک دوسرے کو اپنا مقصد سمجھاتے اور سمجھتے ہیں لیکن وہ انسانی نطق سے بہت دور درجہ کا ہے۔ حضرت سلیمان اور ہدہد کے مکالمہ کو جس انداز میں قرآن نے بیان کیا ہے وہ میری توجیہ کی تائید کرتا ہے۔ (باقی)

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ مِنْ اَحَدٍ یَّمْشِیْ عَلَی الْمَآءِ اِلَّا اِبْتَلَّتْ قَدَمَاہُ قَالُوْا لَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ کَذٰلِکَ صَاحِبُ الدُّنْیَا لَا یَسْلَمُ مِنَ الذُّنُوْبِ

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیا کوئی ایسا ہے کہ پانی پر چلے اور اس کے پاؤں نہ بھیگیں۔ عرض کیا گیا کہ حضرت ایسا تو نہیں ہو سکتا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اسی طرح دنیا دار گناہوں سے نہیں بچ سکتا۔

جس طرح کپڑا صاف ستھرا نہیں رہ سکتا جو کپڑا بھی پہنایا جائیگا اُسے مٹی، گرد ضرور لگے گا۔ اسی طرح گناہوں سے صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذات ہی بچ سکتی ہے اور کوئی نہیں بچ سکتا۔

لیکن کپڑے کو اگر مٹی لگ جائے تو اُسے صابن سے دھو کر صاف کر لیا جاتا ہے۔ دھوبی اُسے بھٹی پر چڑھا کر استری کرکے پھر بالکل نیا کر دیتا ہے۔ بالکل اسی طرح گناہ کرنے کے بعد توبہ صابن کا کام دیتی ہے۔ چونکہ انسان اس دنیا میں گناہوں سے بچ نہیں سکتا اس لئے ہر وقت اللہ تعالیٰ سے گزشتہ گناہوں کی معافی اور آئندہ نیکی کے کام کرنے کی دعا مانگتے رہنا چاہیے۔ صغائر اور کبائر گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ کی یاد کرنے، شہنشاہی دربار میں حاضر ہو کر اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنے اور پھر گناہوں سے پاکی حاصل کرکے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ وقت ضرور نکالنا چاہیے۔ اگر انسان یہ سوچے کہ وقت ملنے پر یادِ خدا کروں گا۔ تو یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ اس دنیا میں فراغت کسی کو نہیں ملتی۔ اس ضروری کام کو کرنے کے لئے کچھ وقت نکالنا ہی پڑے گا۔ اپنے کام کو چھوڑنا ہی پڑے گا، کچھ قربانی کرنا ہی پڑے گی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باوجودیکہ بخشے بخشائے تھے لیکن پھر بھی اپنے پروردگار کا شکر ادا کرنے کے لئے راتوں کو جاگتے اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں گڑگڑاتے اور ذکر اللہ میں ہر وقت شاغل رہتے تھے۔ اس نسبت سے تو ہم کو اور بھی زیادہ خوفِ خدا ہونا چاہیے۔ اور یادِ الٰہی میں ہمہ تن مصروف رہنا چاہیے ہم اللہ تعالیٰ کی لاکھوں نعمتیں کھاتے ہیں، لیکن ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہیں کرتے۔ حضرتؐ فرمایا کرتے تھے جس طرح دنیا کے کاموں میں بڑھنے کی کوشش کرتے ہو اسی طرح آخرت کے معاملے میں بڑھنے کی کوشش کرو اور اس کے متعلق ایک حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کے معاملہ میں اپنے سے چھوٹے کو دیکھو اور آخرت کے معاملے میں اپنے سے بڑے کو دیکھو یعنی یہ نہ خیال کرو کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے کار، کوٹھی، اور دولت نہیں دی۔ بلکہ یہ دیکھو کہ فلاں آدمی کو ایک وقت کھانے کو نہیں ملتا۔ اس کے بدن پر کپڑا نہیں اور نہ رہنے کے لئے جھونپڑی بھی نہیں۔

دین کے معاملہ میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھو کہ فلاں آدمی تہجد پڑھتا ہے، قرآن مجید پڑھتا اور پڑھاتا ہے۔ ذکر اللہ کثرت سے کرتا ہے، درود شریف پڑھتا ہے اور میں صرف پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہوں، مجھے اس سے زیادہ نیکیاں کرنی چاہیئے۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کو نیکیوں اور دین کے کاموں میں سبقت لے جانے کی ہر حال میں کوشش کرنی چاہیے اور اس پر شکر خداوندی ہر حال میں بجا لانا چاہیے۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کے ذکر کو قبول فرما کر نجات کا ذریعہ بنائے اور خاتمہ ایمان کامل پر فرمائے (آمین)

سہ ماہی خریدار متوجہ ہوں

تین ماہ کا چندہ بھیجنے والے صاحبان اپنے اپنے خریداری نمبر غور سے نوٹ فرمائیں کیونکہ پرانے خریداری نمبر منسوخ کرکے نئے خریداری نمبر جاری کئے گئے ہیں (مینجر)

تضمین نادر بر نعت قدسی

محمد اسحاق نادر قریشی العلوی دھاڑی ضلع ملتان

بر لب تشنہ لباں ساقیِ کوثر لقبی   رحم فرما کہ توئی قاسمِ عالی حسبی
از عطائے تو سکوں یافتہ ہر مضطربی   مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

خاک گشتن سپر رہگذرت ارمانم   کردم آباد بہ یاد تو دلِ ویرانم
مصحفِ روئے تو آئینہ مبیں ایمانم   منِ بیدل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال ست بدیں بوالعجبی

روز و شب سوئے خرابات مرا بود گزر   بارِ عصیاں چہ گرانست بمن وقتِ سفر
روزِ محشر چہ کنم نامہ سیاہم یکسر   چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

بسکہ توفیقِ عمل نیست دلِ زارم را   جز شفاعت چہ علاجیست منِ خوارم را
اے کہ بر ذاتِ تو فخر ست ہمہ عالم را   نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از آدم و عالم تو چہ عالی نسبی

وائے حسرت نیابیم مگر راہِ نجات   گشتہ گشتہ نرسیدیم بکویت ہیہات
خضرِ منزل توئی راہبے نجاد ظلمات   ما ہمہ تشنہ لبانیم توئی آبِ حیات
رحم فرما کہ ز حد می گزرد تشنہ لبی

از رہِ صدق و صفا دور ترم بس خجلم   قلبِ من تیرہ و تاریک عجب مشتغلم
شرفِ نعتِ تو یافتہ ام متصلم   نسبتِ خود بہ سگت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بہ سگِ کوئے تو شد بے ادبی

مذنبینیم ز ما طاعت و افعال مپرس   روزگاریم پریشاں تو بہ اعمال مپرس
حالتِ زار بہ بیں صورت و احوال مپرس   عاصیانیم ز ما نیکی اعمال مپرس
سوئے ما روئے شفاعت بکن از بے سببی

ہمہ اذکارِ الٰہی بہ شریعت مذکور   ہمہ انوارِ الٰہی بہ طریقت منشور
ہمہ اسرارِ الٰہی بہ حقیقت مستور   ذاتِ پاکِ تو دریں ملکِ عرب کردہ ظہور
زاں سبب آمدہ قرآں بہ زبانِ عربی

ذکرِ میلادِ مبارک کہ بہ لولاک گذشت   ظلمتِ کفر ز انوارِ تو شد خاک گذشت
گفتنی نیست کہ چوں آمد و چوں پاک گذشت   شبِ معراج عروجِ تو ز افلاک گذشت
بمقامیکہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

اے کہ تخلیقِ تو شد باعثِ تخلیقِ انام   بر ہمہ عالمیاں فیض رساں گشتہ دوام
ابرِ نیسانِ کرم ہست عطا پاشِ عوام   نخلِ بستانِ مدینہ ز تو سرسبز مدام
زاں شدہ شہرۂ آفاق بہ شیریں رطبی

ذاتِ والا ست بہ اخلاقِ مجسم اعجاز   در جہاں پیشِ جہاں آفریں گشتہ ممتاز
چوں بلالِ حبشی یافتہ افزوں اعزاز   بر درِ فیضِ تو استادہ بصد عجز و نیاز
رومی و طوسی و ہندی یمنی و حلبی

اے کہ قرباں برخِ پاکِ تو امی و ابی   شافعِ روزِ جزا احمدِ مختار نبی
دارد امیدِ شفاعت ز تو ہر مضطربی   سیدی انت حبیبی و طبیبِ قلبی
آمدہ نادرِ قدسی پئے درماں طلبی

بقیہ — رحمۃ اللعالمین کی سیرت

عرب کے لوگ شروع ہی سے بتوں کے متوالے تھے وہ ایک خدا کی عبادت کرنے کے لئے آسانی سے آمادہ ہونے والے نہ تھے۔ اس لئے انہیں صراط مستقیم پر لانے کے لئے بڑی تدبیر اور حکمت کی ضرورت تھی۔ لیکن آپؐ نے بھی ہمت نہ ہاری۔ اگرچہ قریش آپؐ کو اور دیگر مسلمانوں کو بے حد تکالیف پہنچاتے تھے مگر آپؐ انہیں مردانہ وار برداشت کرتے اور اپنے ساتھیوں کو بھی صبر کی تلقین کرتے اور کبھی بھی منہ سے اُف تک نہ کرتے اور برابر تبلیغ کئے جاتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب کے بہت سے لوگوں نے اسلام کا دامن مضبوطی سے پکڑ لیا اور حضرت عمرؓ جیسے بہادر بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ آپؐ نے اسلام کی خاطر کافروں سے کئی جنگیں لڑیں، جن میں غزوہ احد، غزوہ خندق اور غزوہ بدر مشہور غزوات ہیں، جن کے بعد اسلام کی قوت پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گئی اور اب لوگ پہلے سے بھی زیادہ مسلمان ہونے لگے اور آخر وہ وقت بھی آ پہنچا جب آپ ایک لاکھ چودہ ہزار جاں نثاروں کو ساتھ لے کر فریضہ حج کے لئے گئے۔ یہ آپ کا آخری حج تھا۔ اس موقع پر آپ نے نہایت کھلے الفاظ میں اپنی امت کو آخری پیغام دیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ جس طرح تم اس دن، اس مہینے اور اس شہر کی حرمت کا خیال رکھتے ہو، اسی طرح تمہاری جان، تمہاری عزت، اور تمہارا مال بھی ایک دوسرے پر حرام ہے۔ تمہارا حق عورتوں پر ہے اور ان کا تم پر۔ اُن کے معاملے میں تم ہمیشہ خدا سے ڈرو اور ان سے نرمی سے پیش آؤ اور غلاموں سے بھی نرمی کا سلوک کرو انہیں وہی کھلاؤ اور وہی پہناؤ جو خود کھاؤ اور پہنو۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اس لئے عربی کو عجمی پر یا عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ ایک دوسرے کو ناحق قتل نہ کرو، اللہ کی کتاب اور اپنی سنت جو کہ میں تمہارے لئے چھوڑے جا رہا ہوں، انہیں مضبوطی سے پکڑنا۔ اس کے علاوہ آپ نے اور کئی نصیحتیں کیں اور آخر کار وہ دن بھی آ پہنچا جب اللہ تعالیٰ اپنے پیارے رسول کو اس کام کی تکمیل کر کے اپنے پاس واپس بلانا چاہا۔ چنانچہ ۲۸ر صفر ۱۱ھ کو آپؐ بیمار ہو گئے اور مرض دن بدن بڑھتا رہا جس سے آپ کافی کمزور ہو گئے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے اپنی حیات ہی میں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اپنا امام بنا کر نماز پڑھانے کا حکم دیا جنہوں نے آپ کی حیات میں تقریباً سترہ نمازیں پڑھائیں۔ آخر دو شنبہ کے روز آپ پر بار بار غشی طاری ہوتی تھی۔ سہ پہر کے وقت آپؐ کے سینہ مبارک میں ایک قسم کی گھڑگھڑاہٹ محسوس ہوئی۔ اتنے میں لب مبارک ہلے اور صدیق اکبرؓ نے کان لگا کر سنا تو یہ الفاظ ادا ہو رہے تھے۔ "نماز اور غلاموں سے نیک برتاؤ"۔ اور پھر آپ نے ہاتھ اٹھا کر انگلی سے اشارہ کیا اور تین دفعہ فرمایا "بل الرفیق الاعلیٰ" اب صرف وہی اعلیٰ رفیق (خدا وند تعالیٰ) درکار ہے۔ اور یہ کہتے کہتے روح مقدس عالم اعلیٰ میں پہنچ گئی۔ آپؐ کی وفات کی خبر سن کر مدینہ کی گلیوں میں صف ماتم بچھ گئی اور مسلمانوں کو گویا اپنی دنیا اندھیر نظر آنے لگی۔ مگر صدیق اکبرؓ نے سب مسلمانوں کو اکٹھا کیا اور انہیں تسلی دی۔ سہ شنبہ کے روز آپ کی تجہیز و تکفین ہوئی اور اُسی جگہ جہاں آپ نے وفات پائی تھی سپرد خاک ہوئے یہی جگہ آج تک روضہ نبویؐ کے نام سے موسوم ہے۔

بقیہ — قاری صاحب کا بصیرت افروز خطاب

ارشاد فرمایا: ترکت فیکم ثقلین لن تضلوا ما تمسکتم بھما۔

میں دو ایسی وزنی حقیقتیں تمہارے لیے چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ حوادث و تفکرات کے سیلاب و آندھیاں بھی تمہیں صراط مستقیم سے نہ ہٹا سکیں گی جب تک تم ان کو مضبوط تھامے رہوگے۔ یعنی قرآن حکیم اور اسوۂ حسنہ۔ دونوں حقیقتیں ہمارے درمیان باقی چھوڑی گئی ہیں۔ صرف اس لئے نہیں کہ ہم کبھی کبھی اُن کا ذکر کر لیا کریں یا سن لیا کریں۔ بلکہ مدعا یہ ہے کہ نہ صرف عقیدہ اور ایمان کی حد تک بلکہ اپنی پوری زندگی میں ان کو مضبوط تھامے رہیں ان شفا بخش نسخوں کو استعمال میں لائیں اور اُن کے فیوض و برکات سے بہرہ مند ہوں کہ یہی اُن کی صحیح قدر و قیمت اور سچی عقیدت مندی ہے۔

بقیہ — چار روزہ زندگی

اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔

(آل عمران آیت ۱۹۳-۱۹۴)

ترجمہ: اے رب ہمارے ہم نے ایک پکارنے والے سے سنا جو ایمان لانے کو پکارتا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ سو ہم ایمان لے آئے۔ اے رب ہمارے اب ہمارے گناہ بخش دے۔ اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے۔ اے رب ہمارے اور ہمیں دے جو تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعے سے وعدہ کیا ہے۔ اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر۔ بے شک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

(آمین یا ارحم الراحمین)

رحمۃ اللعٰلمین کی سیرت

بچوں کا صفحہ

از برکت اللہ کوہاٹ شہر

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ یمن کے عیسائی بادشاہ ابرہہ کو عرصہ سے یہ خواہش تھی کہ وہ عرب کے لوگوں کو خانہ کعبہ کے بجائے گرجا کی عبادت کرنے پر مجبور کرے کیونکہ اسے عیسائی مذہب پھیلانے کا بے حد شوق تھا۔ لیکن عرب کے لوگ اتنی جلدی اس کے فریب میں آنے والے نہ تھے اس لئے ایک دن ابرہہ نے حکم دیا کہ خانہ کعبہ کو گرا دو اور اس کام کو سرانجام دینے کے لئے بذات خود کئی ہزار ہاتھی لے کر مکہ کا رخ کیا۔ لیکن چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو اپنے گھر (خانہ کعبہ) کی حفاظت منظور تھی۔ اس لئے جونہی ابرہہ مکہ میں داخل ہوا تو سمندر کی طرف سے کئی چھوٹے چھوٹے پرندے جن کی چونچوں اور پنجوں میں چھوٹے چھوٹے کنکر تھے نمودار ہوئے اور انہوں نے وہ کنکر ابرہہ کے لشکر پر برسانا شروع کر دیئے۔ جس سے سب لشکر ابرہہ سمیت ہلاک ہو گیا۔ یہ واقع ۵۷۰ء میں رونما ہوا تھا اور چونکہ ہاتھیوں کی مناسبت سے تھا اس لئے اس کا نام "واقعہ فیل" رکھا گیا۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد ہمارے پیارے نبیؐ اس دنیا میں تشریف لائے! آپ قریش کے خاندان بنو ہاشم سے تھے۔ آپؐ کے والد بزرگوار کا نام عبداللہ تھا جو آپ کی پیدائش سے چند ماہ پہلے وفات پا چکے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام آمنہ بی بی تھا۔ عرب کے لوگوں کا یہ دستور تھا کہ وہ اپنے بچوں کو دیہات میں پرورش کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ کیونکہ وہاں کی کھلی فضا تازہ و صاف ہوا میں پل کر ان کی صحت بھی اچھی رہتی تھی اور زبان میں فصاحت کے جوہر بھی پیدا ہو جاتے تھے چنانچہ آپ کو بھی ایک نیک اور خوش اخلاق و پاکباز بی بی حلیمہؓ کے سپرد کیا گیا۔ جس نے چار سال تک آپؐ کی پرورش کی اور بعد میں آ کر آپ کو اپنی والدہ کے سپرد کر گئیں۔ جب آپؐ کی عمر چھ سال کی ہوئی تو آپؐ کی والدہ ماجدہ بھی اس جہان فانی سے کوچ کر گئیں اب آپؐ کی پرورش آپ کے دادا عبدالمطلب کرنے لگے جو اپنے ہونہار پوتے سے بے حد محبت کرتے تھے۔ دو سال کے بعد آپؐ کے دادا بھی جب کہ اُن کی عمر ایک سو چالیس سال کے قریب تھی آپؐ کو اکیلا چھوڑ گئے۔ اب آپ کی سرپرستی کی سعادت آپ کے پیارے چچا حضرت ابو طالب کے حصّہ میں آئی۔ جو کہ آپؐ سے بیحد پیار کرتے تھے۔ جہاں جاتے آپ کو اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ آپؐ بچپن ہی سے سنجیدگی اور خاموشی کو پسند کرتے تھے۔ اور دیگر بچوں سے ہمیشہ الگ تھلگ رہتے تھے۔ تیرہ برس کی عمر میں آپؐ اپنے چچا کے ساتھ شام کے سفر پر روانہ ہوئے، جب شہر بصری پہنچے تو وہاں ایک عیسائی راہب بحیرا جو کہ مذہبی کتابوں کا ایک بہت بڑا عالم تھا اس نے آپؐ کو دیکھا اور آپ کی ذات میں نبوت کی علامتیں پائیں تو اس نے آپؐ کے چچا حضرت ابوطالب کو مشورہ دیا کہ آپ اس بچے کی حفاظت کریں کیونکہ یہودی قوم نہایت سرکش ہے۔ خدا نخواستہ وہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ حضرت ابوطالب نے اس راہب کا مشورہ قبول کیا اور آپ کو وہاں سے ہی گھر واپس لے آئے۔ جب آپؐ کی عمر پچیس (۲۵) سال کی ہوئی تو آپؐ نے دوبارہ شام کا سفر کیا۔ آپؐ شروع ہی سے دیانتدار اور سچ بولنے والے تھے۔ اسی لئے عرب کے لوگ آپؐ کو صادقؐ اور امینؐ کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اسی زمانہ میں مکہ میں ایک مال دار خاتون خدیجہؓ نامی رہتی تھیں۔ جو کہ اپنا مال لوگوں کو بغرض تجارت دیا کرتی تھیں۔ وہ آپ کی ایمانداری، دیانتداری اور سچائی کی شہرت سن کر خاموش نہ رہ سکیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ سے درخواست کی کہ آپ میرا مال لے کر ملک شام تک ایک پھیرا لگائیں۔ آپؐ نے اس کی درخواست کو منظور فرمایا۔ چنانچہ اس مال تجارت میں آپؐ کو بے حد نفع ہوا۔ جب واپس آنے پر آپؐ نے خدیجہؓ کو سب حساب کتاب دیا تو حضرت خدیجہؓ آپؐ کی اس دیانت داری، راست بازی اور سچائی سے بے حد متاثر ہوئیں، اور آپؐ سے شادی کرنے کی درخواست کی۔ جو آپؐ نے بخوشی منظور فرمائی، اس وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال تھی۔ حضرت خدیجہؓ آپؐ کی نہایت وفادار ساتھی تھیں جب تک زندہ رہیں آپ نے کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا اور آپ نہایت سخی اور خدا ترس خاتون تھیں۔ ہمارے پیارے نبیؐ چونکہ شروع ہی سے الگ تھلگ رہنے کے عادی تھے اس لئے کبھی بھی عرب لوگوں کے ساتھ ان کے میلوں یا تہواروں میں شریک نہ ہوتے تھے۔ بلکہ اکثر آپؐ غار حرا جو کہ مکہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں جاتے اور خدا کی عبادت میں مشغول رہتے اور خدا سے اس گمراہ قوم کی ہدایت کی دعا مانگتے۔ جب آپؐ کی عمر چالیس سال ہوئی تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا کی اور مخلوق خدا کی ہدایت کرنے اور انہیں بتوں کی بجائے ایک خدا کی عبادت کرنے کی طرف بلانے کا حکم دیا چنانچہ آپؐ نے اسلام کی تعلیم دینا شروع کی۔ عورتوں میں سب سے پہلے بی بی حضرت خدیجہؓ ایمان لائیں۔ بڑوں میں یعنی مردوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، بچوں میں حضرت علیؓ اور غلاموں میں حضرت زیدؓ سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

باقی صفحہ ۲۰

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C.B.T.۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

سوانحِ حیات
قطب الاقطابؒ شیخ المشائخ
حضرت مولانا عبد القادر رائے پوری
قدّس اللہ سرّہ العزیز

از قلم

مفکرِ اسلام مولانا سیّد ابو الحسن علی ندوی

حضرت مولانا رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات کی تدوین کے سلسلہ میں مؤلف نے جو گرامی نامہ اپنے دینی و روحانی بھائیوں کو ارسال کیا، قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے (ادارہ)

مکرّم و محترم، زید لطفہٗ ——— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سانحۂ وفات ایک ایسا حادثہ ہے، جس میں ہم سب تعزیت کے محتاج اور تعزیت کے مستحق ہیں اور درحقیقت پوری ملتِ اسلامیہ اس خسارہ میں شریک ہے اور ایک دوسرے کی تعزیت کے مستحق ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس مصیبتِ عامہ میں ہماری تسکین اور چارہ گری فرمائے اور ہمیں ان گمراہیوں اور فتنوں سے بچائے جو ایسے مقبولین بارگاہِ الٰہی اور خاصانِ خدا کے اُٹھ جانے سے متوجہ ہوتے ہیں۔

حضرت کی وفات کے بعد حضرت کے بعض خدام اور اہلِ تعلق کو شدت سے ضرورت محسوس ہوئی کہ حضرت کی سوانح حیات جلد مرتب کی جائے۔ اگرچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح اپنے کو مٹایا اور ساری عمر اپنے کمالات کو پردہ خفا میں رکھا، نیز آپ کی ذات جتنی ہمہ گیر اور کثیر الجہات تھی، اس کی بناء پر حضرت کے سوانح کا مرتب کرنا اور حضرت کی عظمت و شخصیت کو نمایاں کرنا نہایت دشوار اور نہایت نازک کام ہے، پھر بھی اس لیے کہ ایسی کتاب کا جلد سامنے آنا اہلِ تعلق کے تعلق کے دوام و استحکام اور ان کے استفادہ کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اس بات کی ہمت کی گئی ہے کہ یہ سوانح قابلِ اعتماد اور مستند طریقہ پر مرتب کی جائے۔ جہاں تک خاندانی ابتدائی حالات کا تعلق ہے وہ راقم سطور نے خود ڈھونڈیاں ہیں حضرت کے اعزّہ اور اہلِ خاندان سے دریافت کر کے محفوظ کر لیے ہیں لیکن اس کتاب کی تکمیل آپ کی توجہ اور تعاون کے بغیر ممکن نہیں ہیں جناب والا کی سہولت کے لیے چند عنوانات تحریر کرتا ہوں لیکن ان پر اکتفا ضروری نہیں ہے۔ آپ جس واقعہ اور جن معلومات کو سوانح کے لیے ضروری یا مفید سمجھتے ہوں ان کو بے تکلف تحریر فرمائیں:

(۱) کوئی ایسا واقعہ یا واقعات جس کا تعلق حضرت کے حالاتِ زندگی سے ہو (۲) کوئی ایسا واقعہ یا واقعات جس سے حضرت کی شخصیت، ذوق اور آپ کے کمالات کے سمجھنے میں مدد ملے۔ (۳) حضرت کا اخلاق، شفقت اور آپ کے ساتھ کوئی خاص واقعہ یا معاملہ (۴) ایسے واقعات جن سے حضرت کے طریقہ تربیت کا اندازہ ہوتا ہو اور اس کا اندازہ ہو کہ اس فن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیا مرتبۂ اجتہاد عطا فرمایا تھا (۵) پنجاب کے دوروں کی تفصیلات اور آپ کے فیوض و برکات کے شواہد اور آثار (ان دوروں میں کتنے لوگ مستفید ہوئے، کتنے لوگوں کی اصلاح ہوئی، تعلیم و تربیت کے کیا ذرائع پیدا ہوئے، مدارسِ دینیہ کا قیام وغیرہ) ——— (۶) خاص ملفوظات و ارشادات ——— امید ہے کہ اس ضروری کام کی طرف جو جناب والا کے لیے فرحت بخش بھی ہے اور باعثِ تسکین بھی، جلد توجہ مبذول فرمائی جائے گی، اس سلسلہ میں جتنی زیادہ تفصیل اور بسط ہوگا، اتنی ہی زیادہ موجبِ تشکر اور باعثِ ممنونیت ہوگا اور اتنی ہی زیادہ مقدار میں مؤلفِ کتاب کو ضروری مواد میسر آئیگا۔ یہ بھی بے تکلف عرض کر دینا مناسب ہے کہ مؤلف کو اس میں سے کتاب کی ترتیب اور مقاصد کے مطابق انتخاب کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائیگی۔ والسلام مع الاکرام

ابو الحسن علی

نوٹ: سوانح کی اشاعت کا شرف ادارہ "القادر" ناشران کتب اسلامی لاہور حاصل کریگا۔